



نیزم نجف الدار شاہزادی

گلزار حسینیان

پروفیقاری مشتاق احمد

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ اکبر حجی الدین ابن عربی

مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں

اور

نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا جائزہ

شیخ اکبر حجی الدین
بن عربی

پروفیسر قاری مشتاق احمد

جملہ حقوق محفوظ ہے

نام کتاب : فیض مُحدِّث ثانی کی چار صدیاں
افادات : پروفیسر قاری مشتاق احمد

با اہتمام : محمد آصف علی جلائی

پہلا ایڈیشن : مئی 2012ء

تعداد : 1100

صفحات : 80

ملنے کا پتہ

صراط مستقیم پبلیکیشنز، دربار مارکیٹ لاہور 9407699-0321

انتساب

سیادت پناہ عارف بن عارف نور دیدہ غوثیت سلالہ دودمان
 چہ اغیہ مخدوم گرامی قدر پیر طریقت
 صاحبزادہ سید محمد سعید الحسن شاہ صاحب
 دامت برکاتہم العالیہ
 پیر آف مژاہ شریف
 سابق وزیر اوقاف و مذہبی امور پنجاب حال وزیر سجادہ
 آستانہ عالیہ چہ اغیہ والشن شریف لاہور کے نام
 (پروفیسر قاری مشتاق احمد)

بر صغیر پاک و ہند میں چورہ شریف (ضلع ایک) نقشبندی مجددی سلسلہ طریقت کا عظیم مرکز ہے قطب العصر غارف کامل اعلیٰ حضرت بابا فقیر محمد صاحب چورا، ہی رحمۃ اللہ علیہ نے اقامت دین، اشاعت اسلام اور سلسلہ عالیہ کی ترویج میں ایک انہم کردار کیا ان کے عظیم خلفاء میں عارف کامل پیر طریقت مخدوم حافظ عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (راولپنڈی) اور شیخ الاسلام شہباز طریقت اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاثانی علی پوری اور اعلیٰ حضرت محدث یگانہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مشن کو چار چاند لگادئے اور ہدایت کے انوار سے مخلوق خدا کی عظیم راہنمائی کی مردہ قلوب کو ذکر الہی کی برکات سے زندہ و تابندہ کیا ان میں سے ہر ایک کی مساعی جیلہ کے تذکرہ کے لئے ایک عظیم کتاب "درکار ہے اور اس حوالے سے کام بھی ہوا ہے جو ان کی عظمتوں کا نقیب ہے۔ قطب الوقت اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی صاحب لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (علی پور سیداں) کے نامور خلفاء میں ایک بڑا نام قبلہ عالم اعلیٰ حضرت پیر سید چراغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے آپ پہلے مژاہرہ تحصیل ظفر وال میں مدتیں فیوض و برکات تقسیم فرماتے رہے پھر لاہور میں اقامت پذیر ہوئے اور اس عظیم مشن کو جاری رکھا آپ کے خلفاء میں دو اہم نام شیخ الحدیث والفسیر پیر طریقت سید شاہ سوار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (گوجرہ) اور عاشق قرآن عارف کامل حضرت مخدوم صاحبزادہ حافظ محمد ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہیں راقم الحروف سید شاہ سوار علی شاہ صاحب سے بیعت ہے اور اجازت بیعت کی سعادت حافظ سید محمد ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سے حاصل ہے حافظ جی سرکار کی معیت میں ایک زمانہ گزرا اور انکی نوازشات سے بڑی برکتیں پائیں پیر طریقت صاحبزادہ سید سعید الحسن شاہ صاحب اعلیٰ حضرت پیر سید چراغ علی شاہ صاحب کے پوتے اور حافظ ارشاد حسین صاحب کے فرزند دلبند ہیں آپ بچپن ہی سے اپنے جدا مجد کے محبوب ہیں اور قبلہ عالم کی آپ پر خصوصی توجہ ہے گویا آپ اپنے جدا مجد اور حافظ جی سرکار کے فیضان کرم کا مظہر ہیں آپ جامع منقول و معقول عالم ربانی ہیں عربی ادب میں ما سٹر کیا ہوا ہے آپ جید علماء کی صحبت میں رہے ہیں وسعت نظر، معاملہ فہمی اور قائدانہ صلاحیتیں آپ کی شخصیت کا خاصہ ہے اخلاق کریمانہ کے مالک ہیں اور انکی ذات مرجع خلاق ہے رقم الحروف کی آپ سے قلبی محبت ہے اور میرے ساتھ ان کا کرم بہت زیادہ ہے ابھی عالم شباب میں تھے عرس قبلہ عالم کے موقع پر میں حافظ جی سرکار کے ساتھ روضہ مطہرہ کے سامنے کھڑا تھا تو آپ نے صاحبزادہ سعید الحسن شاہ کی بات شروع کی تو میں نے عرض کیا میرے حضور قبلہ عالم نے وہ عظیم درخت لگایا ہے کہ ایک زمانہ ان کے ظلِ عاطفت میں فیض پائے گا اللہ آپ کو دنیا بھی برکت دیگا اور آخرت میں بھی اور آپ کا عظیم فیض جاری ہوگا حافظ جی سرکار مسکرا دئے اور فرمایا اچھا جی میں نے کہا جی ہاں تو فرمایا اللہ آپ کی دعا قبول فرمائے۔ حضور قبلہ عالم سید چراغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساری اولاد صالحین کی جماعت ہے اور طریقت و شریعت سے مزین ہیں لیکن سید سعید الحسن شاہ صاحب اس گلستان کا دملتا گلاب ”جن کی خوشبو نے پیر خانہ کو مہر کا دیا ہے آپ کو اللہ نے

نیاوی امور میں بہت برکتوں سے نوازا ہے آپ اپنے آبائی حلقہ سے ایم پی اے منتخب ہوئے اور اس کے ساتھ ہی آپ کو صوبائی وزارت اوقاف اور مذہبی امور کا وزیر بنایا گیا اپنے آبائی حلقہ اور محکمہ مذکورہ میں شاندار خدمات کا مظاہرہ کیا کہ اب تک لوگ طب المسان ہیں "حضور قبلہ عالم کی مسجد (چراغیہ والشن) کو از سر نو تعمیر کروایا اور شاندار وسعت دی اور ارشاد طریقت حافظ جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روضہ مبارکہ تعمیر کرایا جو اپنی عظمت وزیریائی کا منہ بولتا ثبوت ہے حافظ جی سرکار کے سالانہ عرس کو ایک خاص آہنگ دیا ہے اور یہ تقریب ہمه جہت برکتوں اور فیضان کا ذریعہ ہن گئی ہے۔ یہ سب آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے عرس کی رونقیں ہر سال ترقی پذیر ہیں۔

اپنے والد بزرگوار سے جو عاشق قرآن تھے ان سے ایک خاص حصہ پایا ہے بہترین قاری اور خوش الحان ہیں ان کی تلاوت سوز سے بھر پور ہے اور سامعین پر اس کے اثرات دوادرات دیدنی ہوتے ہیں اس کے علاوہ نعت خوانی میں بھی کمال حاصل ہے بڑی اچھی علمی و روحانی تقریر فرماتے ہیں مزاج میں فروتنی ہے انداز کریمانہ ہے مسکراہٹ ان کی عادت ہے ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ صاحبِ محبہ پر بہت مہربان ہیں ہدایت دراہنمائی دلپذیر ہے اور شریعت و طریقت کی تلقین کا رنگ گہری چھاپ رکھتا ہے پیر خانے میں ان کی موجودگی بہار کی غماز ہے آپ کا حلقہ ارادت دن بدن وسعت پذیر ہے ہر انگریزی مہینہ کی چار تاریخ کو قبلہ عالم کی مسجد میں باقاعدہ دعوت ارشاد جاری ہے اور آپ کی سرپرستی میں اسکی برکت دن بدن ترقی پر ہے میں ارادہ رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ آپ پر ایک مختصر کتاب لکھوں لیکن عارضہ قلب حائل ہے اور اگر موقع ملا تو ضرور ایسا

کروں گا اللہ آپ کو صحت و تندرتی عطا فرمائے اور آپ کا سایہ مریدوں پر تادیر جاری رہے اللہ کریم نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے ہمه وقت اسم ذات کے ذاکر ہیں اور جیسا کہ قول ہے مجتهد کا بیٹا آدھا مجتهد ہوتا ہے آپ بھی اپنے جدا مجد اور والد بزرگوار کی طرح تصرف کی نعمت سے مالا مال ہیں اور آج کل ان پر درویشی کارنگ گہرا ہورہا ہے پاک باطن اور متنقی ہیں علماء کیسا تھا اپنے بزرگوں کی طرح ان سلوک قابل تقلید ہے علم دوست ہیں یہی وجہ ہے کہ میں اپنی کتاب ”شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ مکتبات امام ربانی کی روشنی میں اور نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا جائزہ“ کا انتساب صاحبزادہ سید سعید الحسن شاہ کے نام گرتا ہوں گر قبول افتذز ہے عز و شرف اللہ کریم سے آپ کی سلامتی احوال، درازی عمر اور صحت و تندرتی کے لئے دعا گوہوں امین بجاہ سید المرسلین والہ واصحابہ اجمعین،

گدائے آستانہ عالیہ چڑاغیہ

(پروفیسر قاری مشتاق احمد)

۳۸ چنان بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شیخ اکبر حجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مکتبات امام ربانی کی روشنی میں
اور نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا جائزہ

تفسیر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد

علمائے طریقت اور مشائخ تصوف کے عظیم سرداروں میں ایک انتہائی اہم اور
مقبول نام اور عبقری شخصیت عارف کامل شیخ اکبر حجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے
جو بیک وقت ایک جید عالم، مفسر قرآن، شارح، نامور صاحب التصانیف اور معروف
مقبولان بارگاہ رب العزت سے تھے۔ آپ سرز میں ہسپانیہ کے مشہور شہر اندرس کے باسی
تھے ان کے والد بزرگوار شیخ علی بن محمد عربی رحمۃ اللہ علیہ خوشحال اور متول شخص تھے
مگر اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ غوث الشقلین شیخ عبدال قادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے
حضور حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا ہم نے مجھے اپنی صلب سے ایک
فرزند بخشنا اس کا نام حجی الدین رکھنا کہ مقبول بارگاہ اور قطب وقت ہو گا۔ آپ کی ولادت
غوث الشقلین رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی کرامت ہے۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں
پیدا ہوئے اور ۶۲۸ھ میں وصال فرمایا آپ نے جو یادگار تصانیف چھوڑی ہیں وہ سب
عربی زبان میں لکھی گئیں۔ ان پر فیوضات غوث الشقلین کی گہری چھاپ ہے اور اسلوب
میں گہرا تبع اور رو انشر کے ساتھ پرمغزا اشعار کی رعنائی ہے۔ بیان میں زور اور استدلال
میں قوت ہے جو ڈرف نگاہی اور عمیق نظری کا ثبوت ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میری رائے

کبھی ہے مگر شیخ سلسلہ قادریہ ہی کی ایک عظیم کڑی ہیں اور طریقت و تصوف کے حوالے سے ان کی ایک مجتہدانہ شان ہے۔ متاخرین مشائخ کبار علی الخصوص سلاسل عالیہ قادریہ سہروردیہ اور چشتیہ کے بزرگوں میں ان کی مقبولیت اس کی روشن دلیل ہے بلکہ ان کا بر شیخ کی کتابوں کے مطالعہ کی نصیحت فرماتے تھے اور ان کی مقتدر خانقاہوں میں کتب شامل نصاب رہیں۔

شیخ اکبر کی کتابوں میں (۱) فتوحات مکیہ (۲) فصوص الحکم (۳) مواقع الخجوم (۴) نقش النصوص نے بہت شہرت پائی ان کے علاوہ اور بھی تصانیف یا مخطوطات تذکرہ ملتا ہے مگر غیر مطبوعہ ہونے کی وجہ سے دستیاب نہیں۔ ان چہار مذکورہ کتب سے فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کو بہت مقبولیت رہی اور ہے۔ مواقع الخجوم اور نقش النصوص دونوں کتابوں کا بنیادی اور مجموعی موضوع بھی تصوف ہی ہے اور یہ کتب مصر اور گیر ممالک میں طبع ہوئیں۔ شرحیں لکھیں گئیں جن میں سے نقش النصوص کی معروف عربی "شرح نقش النصوص" ہے جو ملا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے لیکن جو شہرت و مقبولیت فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کو حاصل ہوئی وہ انہی دونوں کتابوں کے امتیازی نشان ہے، فتوحات مکیہ اولین تصنیف ہے اور خیم کتاب ہے جس میں تصوف کے جملہ مباحث پر مفصل اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ تفصیل کے حوالے سے اسے فصوص الحکم پر ترجیح حاصل ہے جبکہ فصوص الحکم ۱۲ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کو "فص" کہا گیا ہے جس کی ابتداء آدم علیہ السلام کے ذکر سے ہوئی ہے۔ دونوں کتابوں کا موضوع تصوف اور اس سے متعلق مباحث ہیں۔ شیخ اکبر کا اسلوب سمجھنا آسان نہیں اور ان کتب سے وہی

ستفادہ کر سکتا ہے جو عالم باعمل ہو علوم شریعت اور اصول طریقت پر گہری نظر رکھتا ہوا نہ نہ کتابوں میں جس نظریہ کا مجموعی رنگ غالب اور چھاپ گہری ہے وہ ”وحدت وجود“ ہے اور اس سے متعلق تصریحات و تشریحات ہیں جن کا مطالعہ کرتے وقت شیخ بزرگی عارف کے رنگ میں اور بھی عالم کے آہنگ میں، کبھی فلسفی موشگافیوں کے لباس میں اور کبھی ایک عظیم صاحب کشف کی صورت میں نظر آتے ہیں اور ان کی عبقری شخصیت استدلال کی قوت سے غالب دکھائی دیتی ہے اور قارئین مغلوبیت کے دائرے میں بھرے نظر آتے ہیں اور اثر آفرینی کا سحر نمایاں ہے۔ جس نے مقبولان بارگاہ، عارفان کامل، جید علماء و صلحاء کو ان کا فریقتہ بنارکھا ہے اور ان کی اکثریت اس نظریہ وحدت وجود کی نہ صرف ارادت مندی سے قائل اور گھائیل ہے بلکہ اس کی مبلغ ہے جن میں شیخ مدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں، او لیں نارج ہونے کا شرف و امتیاز حاصل ہے۔

مجھے مکتبات مجدد ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر کرنا ہے تو اس لئے میں نے ان کے اجمالی تذکرہ پر اتفاق کیا ہے جہاں تک مکتبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو ان کی کل تعداد ۵۳۶ ہے اور یہ سب فارسی زبان میں لکھے گئے اور یہ تین جلدیں پر مشتمل ہیں۔ دفتر اول خواجہ یار محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ، دفتر دم خواجہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ اور دفتر سوم میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ جو ایک عظیم عالم ربانی، بلند پایا عارف، نقق اکمل، پابند شرع، شیخ کامل اور عہد ساز شخصیت تھے جنہوں نے بر صغیر پاک و ہند، ہی

میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں اپنی عظمتوں کا لوہا منوا یا اور ان کے عہد کے لوگوں نے انہیں امام ربی، قیوم زمانی اور مجدد الف ثانی تسلیم کیا۔ انہوں نے ان مکتوبات میں خالص اسلامی تصوف کی حقیقت و ماهیت، اس کے رموز و معارف، فوائد و ثمرات پر جامع گفتگو فرمائی ہے اور فقر و سلوک سے متعلق ہر قسم کے شکوک و شبہات کا نہ صرف مسٹر اور مدل ازالہ کیا ہے بلکہ غلط و صحیح، باطل و حق میں واضح امتیاز کر دیا ہے جو اسی راستے پر ضلالت، گرفتاری اور اہام و تسلیک اور مفروران راہ شریعت کے لیے نجح شفاء اور منشور ہدایت ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ”نظریہ وحدت الشہود“ کی مضبوط و مبسوط دلائل کے ساتھ ترجیمانی کی ہے اور ”نظریہ وحدت الشہود“ کے نہ صرف آپ داعی ہیں بلکہ یہ نظریہ آپ کی عبقری شخصیت کا ایک تعارفی اور امتیازی نشان بن گیا ہے۔

مکتوبات میں شیخ الہبر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کثرت سے آیا ہے کسی جگہ شیخ کا نام لے کر ان کا قول نقل کیا گیا ہے اور کسی جگہ صاحب فصوص کہہ کر ان کی تحریر پر تبصرہ کیا ہے اور یونہی فتوحات مکیہ کا ذکر بھی کرتے ہیں اور دونوں کتابوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں جن مکتوبات میں شیخ کا نام لیا ہے یا انکی کتب کا ذکر کیا ہے یا ان کی تحریر و قول پر تبصرہ یا محाकمہ ہے وہ مکتوبات درج ذیل ہیں:

(ا)۔ دفتر اول

حصہ اول: مکتوب نمبر ۱۱ ، ۳۱

حصہ دوم: مکتوب نمبر ۱۰۰ ، ۲۳۳

حصہ سوم: مکتوب ۱۵۱ ، ۲۰۰ ، ۲۲۰

حصہ چہارم: مکتوبات نمبر ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۶۱، ۲۶۶

حصہ پنجم: مکتوبات نمبر ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۹۰، ۳۱۰

(ii) دفتر دوم:

حصہ اول: مکتوبات نمبر ۱، ۳۳

حصہ دوم: مکتوبات نمبر ۵۸، ۹۲

(iii) دفتر سوم: (حصہ اول)

حصہ هشتم: مکتوبات نمبر ۵۸، ۶۷، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۵

ایضاً (حصہ دوم)

مکتوبات نمبر ۷۶، ۷۹، ۸۰، ۸۹، ۱۰۰، ۱۱۳، ۱۲۲

ان مکتوبات میں سے بعض بہت مفصل ہیں جیسے دفتر دوم سے مکتب اول اور دفتر سوم سے مکتب نمبر ۲۷ اور مکتب نمبر ۱۰۰۔ ان کے علاوہ کثیر مکتوبات بالخصوص دفتر سوم کے مکتب میں وحدت الوجود کے حوالے سے متعلق بہت سے امور پر دقیق مباحثت ہیں ان مکتوبات میں توحید وجودی کے قائلین کو مخاطب کر کے اپنے موقف کی صراحة کی گئی ہے اور جہاں کوتاه بینی کا انکشاف ہوا ہے یا کشف میں خطا پر حمل ہوا ہے اُسے دلائل سے واضح کیا گیا ہے اور معتدل اور موثر اصلاح کی گئی ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نظریہ وحدت الشہود کے زبردست دائی ہیں اور اس کی برتری اور حقانیت پر دلائل قاہرہ سے گفتگو فرماتے ہیں۔ لاریب وہ خود بھی ایک عظیم عارف اور سلامتی کشف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ

وہ ابتداء نظریہ وحدت الوجود کے خود بھی قائل تھے اور اس سے متاثر بھی تھے:
شیخ صوفی کے نام لکھتے ہیں:
مخدوم و مکرم!

کم عمری کے زمانہ میں فقیر کا اعتقاد بھی توحید وجودی والوں کے
مشرب جیسا تھا فقیر کے والد صاحب قدس سرہ بھی بظاہر اسی
مشرب پر تھے اور باطن کی پوری نگہداشت کے باوصاف جو بے
کیفی کے مرتبہ کی طرف رکھتے تھے ہمیشہ اسی طریقہ کے مطابق
مشغول رہے، فقیہہ کا بینا بھی آدھا فقیہہ کے مقولہ کے مطابق
فقیر بھی اس مشرب سے از روئے علم حظ و افر اور لذت ذوق
عظیم رکھتا تھا۔^۱

لیکن اس لذت ذوق عظیم اور حظ و افر کے باوجود ان کے مکاشفات میں ترقی
اور صحبت وسلامتی کیسے ہوئی اس کا ذکر بھی فرماتے ہیں:

اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے ارشاد پناہ، حقائق و معارف
آگاہ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و مولیٰ اور
قبلہ خواجہ محمد الباقی باللہ قدسنا اللہ تعالیٰ ببرہ کی خدمت میں
پہنچا دیا آپ نے فقیر کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس

۱۔ مکتوہات امام رہانی، دفتر اول، مکتوہ: ۳۱

فقیر کے احوال پر بلیغ توجہ فرمائی اس طریقہ عالیہ میں محنت کرنے کے بعد جلد ہی توحید و جودی منکشف ہو گئی اور اس کشف میں غلو پیدا ہو گیا اور اس مقام سے متعلق علوم و معارف بکثرت ظاہر فرمائے گئے اور اس مرتبہ کے لطائف میں سے کوئی لطیفہ (باریکی یا سر) کم ہی ہو گا جو منکشف نہ فرمایا گیا۔ شیخ محمد الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے دقائق معرفت مکمل طور پر ظاہر اور واضح فرمائے گئے اور تخلی ذاتی جسے صاحب فصوص (فصوص الحکم) نے بیان فرمایا اور اسی کو عروج کی نہایت قرار دیا ہے اور تخلی کی شان میں فرماتے ہیں:

وَمَا بَعْدَهُذَا إِلَّا الْعَدْمُ الْمُخْضُ اور اس کے بعد صرف عدم مغض ہے مجھے اس تخلی ذاتی سے بھی مشرف فرمایا گیا اور اس تخلی ذاتی کے علوم و معارف جنہیں شیخ ابن عربی نے خاتم الولایت کے ساتھ مخصوص جانا وہ بالتفصیل معلوم ہوئے اور غلبہ حال اور وقت سکر اس توحید و جودی میں اس حد تک پہنچ گیا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض خطوط ہیں یہ دو شعر جو سراسر سکر ہیں تخریب کرڈا لے:

اے دریغا کیس شریعت ملت اعمانی است
کفر و ایمان زلف و روی آن پری زیبانی است

ملت ما کافری و ملیت ترسائی است

کفر و ایمان ہر دو اندر راہ ما کیتاً است

”ہے افسوس یہ شریعت نہ دیکھنے والوں کی شریعت ہے کفر و
ایمان اس خوبصورت پری کی لفیں اور شکل ہے، ہماری ملت تو
کفر اور عیسائیت کی ملت ہے ایمان اور کفر دونوں ہمارے راستے
میں یکساں ہیں“

یہ حال مدت دراز تک رہا اچانک حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی
عنایت بے نہایت پردہ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور بے
چون و بے چگون کی روپوشنی کے حجاب کو مرفع کر دیا (اٹھادیا) پہلے
جو علوم اتحاد و وحدت کی خبر دیتے تھے زائل ہونا شروع ہو گئے اور
احاطہ اور قلب مومن میں ذاتِ حق کا سما جانا اور قرب و معیت
ذاتی یہ سب کچھ جو اس مقام میں منکشف ہوئے تھے غائب
ہو گئے اور پورے یقین سے معلوم ہو گیا کہ صانع عالم سبحانہ تعالیٰ
کے لئے عالم کے ساتھ مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی
ثابت نہیں ذاتِ حق کا احاطہ اور قرب ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے
جبیسا کہ اہل حق شکر اللہ عَزَّوجَلَّ کے نزدیک قرار پا چکا (یعنی
اللہ اپنے علم و قدرت سے ہرشی کو محیط نہ ہے) اور حق سبحانہ تعالیٰ
کسی چیز کے ساتھ متہند نہیں اور خدا خدا ہے اور عالم عالم ہے

اللہ بے مثال و بے مثال ہے اور عالم سارے کا سارا مثال و مثال
کے داغ سے داغدار ہے۔ بے مثال و بے کیف ذات کو ذی مثال و
ذی کیف کا عین نہیں کہا جاسکتا۔ واجب تعالیٰ کو ممکن کا عین نہیں
کہ سکتے اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا، ممتنع عدم
ذات جائز عدم کا عین نہیں ہو سکتی، انقلاب حقائق عقلاء اور شرعاً
محال اور ایک کو دوسرے پر محمول کرنا بالکلیہ ممتنع ہے

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ دہستان طریقت کے آفتاب
ماہتاب ہیں گو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ وحدت الوجود کے حوالے سے شیخ اکبر کے ناقہ
بن اور ان کے مقابل نظریہ وحدت الشہود کے پروار مبلغ ہیں لیکن وہ حضرت شیخ اکبر کے
لم و فضل کے معترض ہیں ان کے مکاشفات پر تقدیم کے ساتھ بعض امور میں تعریف و
نویب بھی فرماتے ہیں لیکن ان کے عارف کامل اور مقبول بارگاہ رب العزت ہونے
کے برمنا قائل ہیں اور ان کا باہمی اختلاف مجتہدین شریعت کا سا ہے اپنے پیرزادوں
والجہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب میں جو خاصاً مفصل
ہے ایک جگہ رقم طراز ہیں:

”عجب معاملہ ہے کہ شیخ محبی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
مقبولوں میں نظر آتا ہے اور اس کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق

کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں شاید خطاء کشفی
 کے باعث اسے معذور رکھا گیا ہے اور خطاء اجتہادی کی طرح
 ملامت کو اس سے ہٹا رکھا ہے شیخ محبی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حق
 میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولان بارگاہِ رب
 العزت سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطاء پر محمول کرتا
 ہے اور مضرد کہتا ہے اس گروہ میں بعض لوگ شیخ کو طعن و ملامت
 بھی کرتے ہیں اور اس کے علوم کو بھی خطاء پر جانتے ہیں اور بعض
 لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے اس کے تمام علوم کو بہتر اور صواب
 (درست) جانتے ہیں اور ان علوم کی حقیقت کو دلائل و شواہد کے
 ساتھ ثابت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں
 فریقوں نے افراط و تفریط کا راستہ اختیار کیا ہے اور یہ راہِ اعتدال
 سے دور ہے شیخ جو مقبول اولیاء میں سے ہیں خطائے کشفی کے
 باعث کس طرح رد کیا جائے اور اس کے علوم کو جو صواب سے
 دور اور اہل حق کی رائے کے مخالف ہیں تقلید سے کس طرح قبول
 کیے جائیں فالحق هو التوسط الذی وفقنی اللہ
 سبحانہ بمنہ و کرمہ پس حق یہی درمیانی راستہ ہے جس کی
 توفیق مجھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بخشی ہے ہاں مسئلہ
 وحدت الوجود میں اس گروہ میں سے ایک جم غیر شیخ کے ساتھ

شریک ہے اگرچہ شیخ اس مسئلہ میں طرز خاص رکھتا ہے لیکن اصل بات میں سب کے سب باہم شریک ہیں یہ مسئلہ بھی اگرچہ بظاہر حق کے مخالف ہے لیکن توجہ کے قابل اور جمع کے لائق ہے۔^۱ قاضی اسماعیل فرید آبادی کی طرف تحریر فرماتے ہیں:

پوشیدہ نہ رہے کہ عبارت ”ہمه اوست“ (وحدت الوجود) اگرچہ قدماً صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسراءہم میں متعارف نہیں رہی ہے لیکن کلمات انا الحق اور سبحانی اور لیس فی جبتنی سوال اللہ اور ان جیسے کلمات بھی بہت تھے کہ ان عبارات کا اور اس کا حاصل ایک ہے مثل مشہور ہے کہ ”جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ اور کیا سونیزہ“ متاخرین صوفیہ میں یہ عبارت عام رائج ہے اور بے تکلف ہمه اوست کہتے ہیں اور اس قول پر اصرار کرتے ہیں..... عجیب معاملہ ہے کہ متقد میں صوفیہ میں سے اکثر اس توحید آمیز عبارت کا معنی حلول و اتحاد سمجھتے ہیں اور ان عبارت کے قائلین کو کافروں گراہ کہتے ہیں..... شاید کہ یہ مسئلہ توحید متقد میں صوفیہ میں اچھی طرح شخص ہو کر تحریر نہ ہوا تھا جو ابھی ان سے مغلوب الحال ہو جاتا تو توحید نما کلمہ اس سے ظاہر

۱۔ مکتوبات امام رہانی: دفتر اول، مکتب: ۲۶۶

ہو جاتا اور غلبہ سکر کی وجہ سے اس کے راز کو نہ پاتا اور ان عبارات
کے ظاہر کو حلول و اتحاد کے شبہ سے نہ پھیرتا۔

پھر جب شیخ بزرگوار مجید الدین ابن عربی قدس سرہ تک
نوبت پہنچی تو انہوں نے کمال معرفت سے اس دقيق مسئلہ کی
تشریح کی اور واضح کیا اس میں باب اور فصلیں قائم کیں اور
صرف و نحو کی طرح اس کو مدقن کیا اور اس کے باوجود اس
جماعت میں سے بعض نے اس کی مراد نہ سمجھی اور غلطیاں پکڑنے
، طعن و ملامت کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ اور اس مسئلہ کی اکثر
تحقیقات میں شیخ حق پر ہے اور اس پر طعن کرنے والے صواب
سے دور ہیں۔ شیخ کے علم کی بزرگی اور زیادتی کو اس مسئلہ کی تحقیق
سے معلوم کرنا چاہیے نہ کہ اس پر رد اور طعنہ زنی کرنا چاہیے۔ ۱

حضرت مخدومزادہ خواجہ محمد سعید کے نام لکھتے ہیں:

”صاحب فتوحات مکیہ نے کیا، ہی اچھا کہا ہے کہ عالم عین واحد
میں اعراض مجتمعہ کا نام ہے یعنی صاحب اعراض کا قیام
ایک ذات سے ہے لیکن شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے

اس جگہ دونکات میں فروگذاشت کی ہے ایک یہ کہ کامل ترین عارف کو اس سے مستثنی نہیں کیا

۱۔ مکتوبات امام رضاؑ: دفتر سوم، مکتوب: ۷۹

اور دوسرا یہ کہ قیام ذات احمد سے رکھا ہے۔ حالانکہ اس کا قیام اپنے اصل سے ہے جو کہ اسماء و صفات ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اگرچہ اسماء و صفات کا قیام ذات سے ہوتا ہے کیونکہ حضرت ذات کو عالم سے ذاتی بے نیازی حاصل ہے عالم کا قیام اس بلند مرتبہ سے کیونکر ہو سکتا ہے اور عالم کی کیا حقیقت ہے کہ اس بلند درجہ کے ساتھ قیام کی ہوں گے؟

اسی مکتوب میں رقم طراز ہیں:

کیا کیا جائے کہ اس میدان میں شیخ محبی الدین قدس سرہ سے کبھی شدید اصولی اختلاف اور کبھی صلح اور موافقت ہے کیونکہ وہی ہے جس نے معرفت اور عرفان کی باتوں کی بنیاد رکھی اور ان کو شرح و بسط دیا اور وہی ہے جس نے توحید و اتحاد کے متعلق تفصیل سے بات کی ہے اور تکفیر و تعدد کا منشا بیان کیا ہے اور وہی ہے جس نے وجود کو کلی طور پر خدا تعالیٰ کے لئے مقرر کہا ہے اور عالم کو موهوم و متخیل بتایا ہے اور وہی ہے جس نے وجود کے لیے تزلیات ثابت کیے ہیں اور ہر ایک کے احکام کو الگ کیا ہے اور وہی ہے جس نے عالم کو عین حق سمجھا ہے اور ہمہ اوس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے مرتبہ کو عالم سے علیحدہ پایا ہے اور اپنی تحقیق میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو منزہ اور مبرأ

جانا ہے۔ وہ مشائخ جو شیخ سے پہلے گزرے اگر اس حوالے سے انہوں نے کوئی بات کی تو شرح و تفصیل میں پڑنے کی بجائے اشارات سے کہی اور جو شیخ کے بعد اس گروہ میں وارد ہیں تو ان میں سے اکثر شیخ کے مقلد اور اس کی مصطلحات سے موافق بات کرتے رہے۔ ہم عاجز لوگوں نے بھی اس بزرگوار (شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ) کی برکات سے بہت سے استفادے کیے ہیں اور اس کے علوم و معارف سے بہت کچھ اخذ کیا ہے اللہ تعالیٰ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری طرف سے اچھی جزادے،

مذکورہ مکاتیب سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو علم طریقت، مصطلحات تصوف، تحقیقات و اشارات میں گروہ صوفیا میں نہ صرف ممتاز جانتے ہیں بلکہ اس فن کا بانی سمجھتے ہیں ان سے استفادہ کا بر ملا اعتراض کرتے ہیں ان کی مقبولیت بارگاہ اور عظمت عرفان کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ معتقد بھی ہیں۔ اب رہاوہ نزاع اور اختلاف جو دونوں بزرگوں کے درمیان ہے وہ عبارات حال کی تشریحات پر ہے مکاشفات کی تعبیرات میں ہے کہ کوئی بات را ہ صواب سے دور ہے یا شیخ پر مقامات حال کا غلوٰ محبت اور وقت سُکر میں مرتبہ ترقی پر ٹھہر جانے کی ہے اور اس سے بلند تر مقام سے نارسائی ہے اور اس مرتبہ پر جو کچھ شیخ نے کہایا جو تحقیق بیان کی وہ

۱۔ مکتوہات امام رہانی، دفتر سوم، مکتوب: ۷۷

شریعت سے کس طرح متصادم ہے اور مکشوفات کے اظہار میں جو خطاء اجتہادی واقع ہوئی ہے اس کی مدلل اور شریعت کے مطابق اصلاح اور تصویب ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا ہے فوق کل ذی علم علیم ”ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ عالم ہیں عارف ہیں صاحب کشف ہیں بلند مرتبہ صاحب حال مقبول بارگاہ ہیں لیکن جس طرح حضرت الامام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مجتہد عظیم اور فقہ کے بانی مبانی ہیں اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی عظیم مجتہد اور فقیہ ہیں ان دونوں بزرگوں کی فکر و سوچ، تحقیق و دریافت کا سرچشمہ کتاب و سنت ہے اور ان کی نسبتیں اخلاص ولہیت سے معمور ہیں لیکن اختلاف کئی امور میں واضح اور روشن ہے دونوں حق پر ہیں تو پھر ایسا کیوں ہے تو یہ اس لئے کہ مجتہد اگر اپنی تحقیق و فیصلہ میں حق و صواب پر ہے اس کے لیے دو ہر اجر و ثواب ہے اور جس کی تحقیق، فیصلہ حق و صواب سے ترجیح اور ہے اس کے لیے اکہر اجر ہے جب کہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے ایک کو مجتہد مصیب جبکہ دوسرے کو مجتہد مخطی کہا جاتا ہے۔ دونوں بزرگوں کا اختلاف انکی عظمت و بزرگی اور شان امامت اور اطاعت حق کے ہرگز مخالف نہیں اور قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَدَاوِدُ وَسَلِيمُنْ أَذِي حَكْمَتِنِ فِي الْحَرَثِ أَذْنَفَشَتْ فِي
غَنِمَ الْقَوْمُ وَ كَنَالْحَكْمَهِمْ شَهَدَيْنَ ۝ فَفَهَمْنَهَا سَلِيمُنْ
وَكَلَا أَتَيْنَا حُكْمًا وَ عِلْمًا ۝

”اور یاد کرو دا دا اور سلیمان کو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگ کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔“

ایک شخص کی بکریاں دوسرے شخص کے کھیت کو کھا گئیں جبکہ بکریوں کا چرواہا ساتھ نہ تھا یہ مقدمہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی عدالت میں پیش ہوا آپ نے تجویز کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دیدی جائیں کہ کھیت کا نقصان اور بکریوں کی قیمت برابر تھی حضرت سلیمان علیہ السلام جو اس وقت گیارہ برس کے تھے اس قضیہ کے بارے میں کہا کہ فریقین کے لئے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہو سکتی ہے تو آپ نے حضرت والد کے لزوم پر تجویز کیا کہ بکریوں والا کھیت کا شت کرے اور جب تک کھیتی پرانی حالت پر پہنچے اس وقت تک کھیتی والا بکریاں والپس کر کے کھیتی لے لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تجویز بہت پسند فرمائی اگر چہ اس معاملے میں دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کی مطابق تھے مگر ہماری شریعت میں چرواہے کی عدم موجودگی میں اگر ایسا ہوا تو ضمان نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں اس قضیہ میں دونوں فیصلہ کرنے والے نبی اور معصوم ہیں لیکن فیصلہ کی برتری حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں ہے جبکہ دونوں بزرگوں کی عظمت و شان پر کوئی اثر نہیں اور یہاں ففہم نہ کا لفظ قابل غور بے اللہ نے فہم کو خود سے منسوب کیا ہے جس سے بخوبی واضح ہو گیا کہ فہم کی برتری فضیلت اور انعام خصوصی ہے اور یہ فضل و

انعام جب انبياء میں ایک دوسرے پر برتری اور فضیلت کو ثابت کرتا ہے تو اہل عرفان اور اصحاب کشف میں ایسا کیوں ممکن نہیں جبکہ یہاں کوئی بھی معصوم نہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ بزرگ خطرات سے بلند حفاظت الہی میں ہیں لیکن فہم و رسائی اور عروج مقامات اور حلقہ مکشوفات میں ایک دوسرے پر فضیلت ایک عطا یہ رتبائی خصوصی فضل الہی ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ فضل و شرف ہر کسی کے لیے نہیں مگر اخْصَ الْخَواصَ کیلئے ہے تو مجھے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ابن عربی رحمة اللہ علیہ لاریب عظیم المرتبت ہیں لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور وہ خطاؤ صواب میں خوب امتیاز رکھتے ہیں اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب و سنت پر بہت گہری نظر ہے اور وہ شریعت کی پیروی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں ان کی شریعت طریقت ہے اور طریقت شریعت ہے اور یہی حقیقت ہے۔ وہ عقائد اہل سنت و جماعت سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کرتے اور اگر کوئی بات طریقت کے حوالے سے عقائد اہل سنت و جماعت جو فرقہ ناجیہ ہے کے خلاف دیکھتے ہیں یا شریعت کے مسلمہ عقائد سے متصادم دیکھتے ہیں تو اس کی پُر زور مذمت کرتے ہیں اور حق کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں اور جو غلط ہے اس کو دلائل قاہرہ سے ثابت کرتے ہیں اور کبھی جب رُگ فاروقی جوش میں آ جاتی ہے تو ان اقوال یا کتب کی جن میں ایسی کوئی قابل گرفت بات ہوتی ہے بھرپور تردید کرتے ہیں اور کتاب و سنت کی پیروی کی عظمت و فضیلت اور اس کی جمیت و اکملیت کی پُر زور دعوت دیتے ہیں اور اس کی اطاعت و پیروی کو نجات جانتے ہیں اور اس کے مخالف امور کو ہلاکت سے تعبیر کرتے ہیں اور جاہل پیروں اور خام صوفیہ

کے اقوال اور ان کی خلاف شرع عبارات کے ابطال میں حملہ بِ شریعت اور احقاقِ حق کا جلال نمایاں نظر آتا ہے جو ان کے عرفان عظیم اور حق و ثواب تک فکری رسائی کا ترجمان ہے؛ خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھتے ہیں:

”ان بزرگوں نے احوال و مواجهہ کو احکام شرع کے تابع کیا ہے
اور اذواق و معارف کو علوم شرعیہ کا خادم تصور کیا ہے شرع شریف
کے نفیس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے اخروث اور
انگوروں کے بد لئے اور صوفیہ کی بے اصل باتوں سے نہ
مغروڑ ہوتے ہیں نہ فتنہ میں پڑتے۔ نصوص شرعیہ کے مقابل
میں فصوص الحکم کی باتوں کو اختیار نہیں کرتے اور فتوحات مکیہ کی
طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا حال دائی ہے اور ان کا وقت
پاسیدار ہے وہ تجلی ذاتی جود و سروں کو چمک کی طرح نصیب ہوتی
ہے ان بزرگوں کو دائی طور پر نصیب ہے وہ حضور جو وقتی ہو کر باقی
نہ رہے ان کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے۔“^۱

ملا حسن کشمیری کے نام تحریر فرمایا:

”آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ
عالم الغیب نہیں ہے۔ مخدوم گرامی! فقیر اس طرح کی باتیں سننے

۱۔ مکتوبات امام رضاؑ: دفتر اول، مکتب: ۱۳۱

کی تاب نہیں رکھتا میری رگ فاروقی بے اختیار حرکت میں آتی ہے اور اس طرح کی باتوں کی تاویل و توجیہہ کی فرصت نہیں دیتی چاہے ایسی باتوں کا قائل شیخ عبدالکبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی (ابن عربی) محمد عربی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام درکار ہے نہ مجی الدین ابن عربی اور صدر الدین قونوی یا عبدالرزاق کاشی کا۔ کلام۔ ہمیں نص سے کام ہے فص کے ساتھ نہیں۔ فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

ؒ عبد الجلیل تھائیسری کے نام لکھا:

”وجد وحال کی وہ کیفیتیں جو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کی حقیقت حاصل ہوئے بغیر ہیں سراسرا استدرج ہیں۔ ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور یہ کیفیات سوائے خرابی کے کچھ نہیں بعض مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم سے غلبہ حال میں اور سُکر کے وقت اہل حق کی درست اور صحیح آراء کے خلاف بعض علوم و معارف کا ظہور ہوا ہے چونکہ ان کی بنیاد کشف ہے اس لیے وہ معذور ہیں امید ہے کہ کل قیامت کے روز اس بنابر ان کا مواخذہ نہیں ہو گا یہ لوگ خطا کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں

جسے خطا کی صورت میں اکھر اثواب ملتا ہے حق علماء اہل سنت شرکر
 اللہ عزیزم کی جانب ہے کیونکہ علماء کے علوم سُنْنیہ مسینہ نبوت
 سے ماخوذ ہیں جن کی تائید وحی قطعی سے ہو چکی ہے اور صوفیہ کے
 ان معارف (متنازعہ) کا مقتا اکشاف والہام ہے جس میں خط
 کی گنجائش ہے کشف والہام کی صحت و درستگی کی علماء اہل سنت
 کے علوم کے ساتھ مکمل مطابقت ہے اگر کشف والہام میں بال
 برابر بھی مخالفت ہے تو درستی و ثواب سے خارج ہے یہی صحیح علم اور
 صریح حق ہے اس کے سوا اضلال و گمراہی ہے۔

ملا ایوب محتسب کی جانب رقمطر از ہیں:

”مشائخ نقشبندیہ نے احوال و مواجهہ کو احکام شرعیہ کے تابع کیا
 ہے اور ذوق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم جانتے ہیں احکام شرعیہ
 کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح اخروث اور کشمکش کے بد لے
 ہاتھ سے نہیں دیتے اور صوفیہ کی بے فائدہ باتوں پر مغرب و مفتون
 نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر فص کی خواہش نہیں کرتے اور
 فتوحات مدینہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے
 یہی وجہ ہے کہ ان کا حال باقی اور وقت دائی ہے۔“

۱۔ مکتوبات امام رہانی: دفتر اول، حصہ دوم، مکتب: ۱۱۲۔ ۲۔ مکتوبات امام رہانی: دفتر اول، حصہ چہارم، مکتب: ۲۲۳۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پیرزادوں خواجہ عبداللہ علیہ اور خواجہ عبید اللہ علیہ اللہ علیہ کے نام تحریر فرماتے ہیں:

حضرت امام ہمام ضیاء الدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی "ملقط" میں مذکور ہے صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں صرف یہی کافی نہیں کہ ہم انہیں معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کے معاملہ کو اللہ کے پسروں کی یہاں تو امام ابوحنیفہ، امام یوسف اور امام محمد (رحمہم اللہ اجمعین) کا قول معتبر ہے نہ ابو بکر شبیل رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل۔ اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنادین و لطیت بنالیا ہے اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔^۱

شیخ نظام تھانیسری کے نام تحریر فرمایا:

"علوم لدنیہ کی درستی و صحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت و موفقیت رکھتے ہوں اس سے بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سُکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت و جماعت نے کہا ہے اس کا مساوا یا اتر الحاد و زندقہ ہے یا پھر

۱۔ مکتوبات امام رہانی: وفتر اول، مکتوب: ۲۶۶

سُکرِ وقت اور غلبہ حال ہے۔“

محمد و مزادگان خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھتے ہیں:

”احکام شریعت کے اثبات میں اصل چیز کتاب و سنت ہے اور مجتہدین کا قیاس اور اجماع امت بھی احکام کا مثبت (ثابت کرنے والا) ہے ان چاروں دلائل شرعیہ کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شرعیہ کی مثبت (ثابت کرنے والی) نہیں ہو سکتی الہام حلت و حرمت کا ثبت نہیں اور اہل باطن کا کشف فرض و سنت کا اثبات نہیں کر سکتا۔ ولایت خاصہ کے مالک اور عام مومنین مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں اور کشف والہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی اور شبی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید، عمر، بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مومنین میں سے ہیں برابر ہیں۔“

ملأ حاجی محمد لاہوری کے نام لکھا:

شریعت کے تین جزو ہیں، علم، عمل اور اخلاص جب تک تینوں جزو نہ

پائے جائیں شریعت متحقق نہیں ہوتی جب شریعت متحقق ہو گئی تحقیق سماں و تعالیٰ کی رضا جو تمام دنیوی و آخری سعادتوں سے فائق اور عالیٰ ہے وہ بھی متحقق ہو گی ”ورضوان من الله اکبر“ اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی رضامندی بھی بہت ہے اس لیے شریعت تمام دنیوی و آخری سعادتوں کی کفیل و ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب و مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو۔ طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں ان دونوں سے شریعت کے تیرے جزوی یعنی اخلاق کی تکمیل ہوتی ہے۔ احوال، مواجهہ اور علوم و معارف جو صوفیہ کے راستے میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں بلکہ اوہاں و خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے ان تمام سے گذر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہا ہے کوتاہ اندیش لوگ احوال و مواجهہ کو مقاصد اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں اس لیے وہم و خیال کے زندان خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔^۱

۱۔ مکتوبات امام رہانی: دفتر اول، مکتوب: ۳۶

خان خاناں کے نام لکھتے ہیں:

”مختصر یہ کہ نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی متابعت ہے
اقوال میں بھی افعال میں بھی اور احوال فرع میں بھی کیونکہ
نجات پانے والا فرقہ بھی یہی ہے۔“^۱

جباری خان کے نام لکھا:

”اس نعمت عظمی تک وصول سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
اتباع سے وابستہ ہے بندہ جب اپنے آپ کو پورے طور پر
شریعت میں گم نہ کر دے اور اوصار کی بجا آوری اور ممنوعات سے
رکنے کے ساتھ مزین و آراستہ نہ کرے اس دولت و نعمت کی
خوبیوں بندے کی روح سونگنے نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے
باوجود اگر بال برابر بھی احوال و مواجهہ حاصل ہوں تو وہ
استدراج میں داخل ہے آخر اسے رسوا کریں گے۔“^۲

مکتوبات میں جس موضوع پر دونوں بزرگوں کے درمیان اختلاف ہے
نظریات وحدت الوجود اور اس سے متعلق بعض امور ہیں اس کے علاوہ بھی بعض عباراں
و اقوال پر واضح دلائل کے ساتھ بحث ہے میں اس حوالے سے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ۔
موقف ”وحدت الوجود“ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ ”وحدت الشہو“

۱۔ مکتوبات امام رہانی: دفتر اول، مکتب: ۶۹ ۲۔ مکتوبات امام رہانی: دفتر اول، مکتب: ۳۰

و ترجیح دوں گا اور ان دونوں مشائخ کرام کے موقوف کو الگ الگ واضح کروں گا اور اس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی کی طرف سے محاکمہ، صراحتوں و ضاحتوں اور نکتہ حق مواب تک رسائی کے دلائل کے ساتھ ذکر کروں گا چنانچہ اس تناظر میں حضرت مجدد نہ اللہ علیہ کے اس مکتوب سے اخذ کروں گا جو آپ نے شیخ عبدالعزیز کی طرف صادر رہایا جو مفصل بھی ہے اور دونوں بزرگوں کے الگ الگ موقوف کا اور فرق و تحقیق کا آئینہ ارہے۔

خ محبی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکار فرماتے ہیں:

- (ا) باری تعالیٰ جل وعلا کے اسماء و صفات ذات واجب تعالیٰ کا بھی عین ہیں اور ایک دوسرے کا بھی عین ہیں
- (ii) اس مقام میں کسی بھی اسم اور نشان کے اعتبار سے تعدد و تکثر نہیں اور نہ ہی کوئی تمایز اور تباہی ہے
- (iii) ان اسماء و صفات اور شیوه و اعتبارات نے حضرت علم میں تمایز اور تباہیں اجملاً اور تفصیلًا پیدا کیا ہے
- (iv) اگر اجمالی تمیز ہے تو اُسے تعین اول سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر تفصیلی تمیز ہے تو اس کا نام تعین ثانی ہے
- (v) تعین اول کا نام وحدت رکھتے ہیں اور اُسے حقیقت محمدی ﷺ جانتے ہیں اور تعین ثانی کو واحدیت کہتے ہیں

(vi) اور تمام ممکنات کے حقائق گمان کرتے ہیں اور ان حقائق

ممکنات کو اعیان ثابتہ جانتے ہیں اور دونوں علمی تعینات یعنی

وحدت و واحدیت کو مرتبہ وجود میں ثابت کرتے ہیں

(vii) ان اعیان ثابتہ نے وجودِ خارجی کی بوجھی نہیں پائی اور

خارج میں احادیث مجرّدہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں

(viii) اور یہ کثرت جو خارج میں دکھائی دیتی ہے اعیان ثابتہ کا

عکس ہے جو ظاہر وجود کے (جس کے سوا کچھ بھی موجود نہیں)

شیشوں میں منعکس ہوا ہے اور خیالی وجود پیدا کیا ہے۔

(ix) جس طرح ایک شخص کی صورت آئینے میں منعکس ہو کر

خیالی وجود پیدا کرے تو اس عکس کا وجود صرف خیال میں ثابت

ہے نہ تو آئینے میں حلول ہوا ہے اور نہ ہی کوئی چیز منقش ہوئی اگر

انتقاش ہے تو خیال جو آئینے کی سطح پر وہم میں آتا ہے اور یہ خیال

اور وہمی شے فعل باری تعالیٰ سے پیدا ہوئی جو درست اور صحیح

صورت میں نظر آتی ہے وہم و خیال کے زوال سے زائل نہیں

ہوتی۔

(x) علم و خارج میں واجب سمجھا، و تعالیٰ کی ذات، اسماء و

صفات کے سوا جو عین ذات ہیں کوئی چیز ثابت نہیں اور صورت

علمیہ ہی ذی صورت کا عین ہے (اور شے کی شبیہہ اور مثال کا گمان

نہیں کیا) اس طرح اعیان ثابتہ کی صورت منعکسہ جو ظاہر وجود
میں آئی ان صورتوں کا عین ہے نہ کہ ان کا شہرہ تو اتحاد کا لازماً حکم
لگے گا اور ”ہمه اوس تھے“ اسی کا نتیجہ اور شمرہ ہے
مندرجہ بالا دس اہم امور بنیادی طور پر نظریہ وحدت الوجود جو شیخ اکبر رحمۃ
اللہ علیہ کا مذہب ہے کا اجمالی خاکہ ہے اب اس حوالے سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا
مفصل نظریہ کیا ہے تو اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

(i) حق بسحانہ، وتعلیٰ واجب بالذات ہے اس کی صفاتِ ثمانیہ
(آٹھ صفات) حیوۃ، علم، قدرت، بصر، ارادہ، سمع، کلام اور
نکوین) جواہیں حق اہلسنت شکر اللہ عَبْدُہُم کے نزدیک خارج میں
موجود ہیں۔

(ii) یہ صفات ضرور خارج میں ذات بسحانہ تعالیٰ سے بے چونی
اور بے چگونی کی صفات کے ساتھ تمیز ہوں گی اور یہ صفات
آپس میں بھی بے چونی کی صفت کے ساتھ ایک دوسری سے
تمیز اور جدا ہوں گی۔

(iii) بے چون تمیز ہر مرتبہ حضرت ذات حق بسحانہ و تعالیٰ میں
بھی ثابت ہے کیونکہ واجب تعالیٰ کیف سے پاک و سعت

کے ساتھ واسع ہے اور وہ تمیز جو ہمارے فہم و ادراک میں آسکتا ہے اس جانب حق سے مسئلوہ ہے کیونکہ بعض اور جزو جزو ہونا وہاں متصور نہیں ہو سکتا اور تحلیل و ترکیب کو وہاں کچھ دخل نہیں اور نہ ہی حالتیت و محلتیت کی وہاں کوئی گنجائش ہے

(v) جو کچھ ممکن کی صفات و اعراض میں سے اس جانب حق میں مسئلوہ ہے یونہی اس کی کوئی مثل نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ ہی افعال میں اس بے چونی تمیز اور اس بے کیف وسعت کے باوجود حق سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء و صفات خاتمة علم میں بھی تفصیل و تمیز رکھتے ہیں اور منعکس ہوتے ہیں۔

(vi) نیز یہ کہ مرتبہ عدم میں ہر اسم و صفت تمیز کا ایک مقابل اور نقیض ہے جیسے صفت علم کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ”عدم علم“ ہے جسے جہل سے تعبیر کیا گیا ہے یونہی صفت قدرت کے مقابل ”عدم قدرت“ ہے

(vii) ان عدمات مقابلہ نے بھی حق تعالیٰ کے علم میں تفصیل و تمیز پیدا کیا ہوا ہے اور وہ اپنی مقابل صفات و اسماء کا آئینہ اور ان کے عکوس کا ظہور بننا ہوا ہے۔

(viii) حقائق ممکنات یہی عدمات ہیں جو اسماء و صفات کے نقیض ہیں اور خاتمة علم میں ظہور پذیر ہیں اور باہم پیوست ہیں

قادر مطلق سبحانہ، و تعالیٰ نے جب چاہا ان پیوستہ مایتوں سے
وجو ظلیٰ جو حضرت وجود کا پرتو ہے متصف کر کے موجود خارجی بنا
دیا اور اس کے خارجی آثار کا مبدأ بنادیا۔

(ix) پس ممکن کا وجود علم میں اور خارج میں ممکن کی باقی صفات
حضرت وجود کا پرتو اور اس کے کمالات کا تابع ہے پس ممکن کا علم
واجب بالذات کے علم کا پرتو اور ظل ہے جو اپنے مقابل منعکس
ہوا ہے اور ممکن کی قدرت بھی ظل ہے جو عجز کے مقابل منعکس
ہے تو ممکن کا وجود حضرت وجود کا ظل ہے جو آئینہ عدمات میں
منعکس ہوا ہے

(x) اشیاء کا ظل اس کا عین نہیں بلکہ شبیہ اور مثال ہے اور ایک
کا ثبوت دوسرے کے لیے ممتنع ہے ممکن واجب کا عین نہیں اور ممکن
اور واجب کا ایک دوسرے پر حمل کرنا ثابت نہیں اس لیے کہ ممکن کی
حقیقت عدم ہے جب واضح ہو گیا کہ اسماء و صفات کے جو عکوس آئینہ
عدمات میں منعکس ہوئے وہ ان کا شبہ و مثُل ہے۔ ان صفات کا عین
نہیں الہذا ”هم اوت“ کا مقولہ ہرگز درست نہیں ہو گا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے:

۱۔ مکتوبات امام رہانی: دفتر دوم، مکتوب: ۱

”جو چیز اپنی ذات میں ممکن ہے وہ عدم ہے، اور شرارت،
 نقص اور خبث کا نشاء ہے اور کمالات کے جنس سے جو کچھ
 ممکن سے پیدا ہوا ہے جیسے وجود اور اس کے توابع تو وہ
 سب کا سب اسی ذات حق سبحانہ و تعالیٰ سے اُسے حاصل
 ہوا ہے اور اسی ذات بحق کا پرتو ہے جو آسمانوں اور
 زمینوں کا نور ہے اور اس کے سوا سب ظلمت و تاریکی ہے
 اور ظلمت و تاریکی کیونکرنہ ہو کہ عدم جملہ ظلمات سے بڑھ کر
 ظلمت ہے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عالم سارے کا
 سارا اسماء و صفات سے عبارت اور خانہ علم میں متمیز ہے اور
 رخارج میں ظاہر وجود کے آئینے میں اسے نمود و ظہور
 حاصل ہے جبکہ فقیر (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے
 نزدیک عالم عدمات سے عبارت ہے اور واجب حق سبحانہ
 و تعالیٰ کے اسماء و صفات خانہ علم میں منعکس ہوئے ہیں اور
 خارج میں حق سبحانہ کی ایجاد سے وہ عدمات ان عکوس میں
 وجود ظلیٰ کے ساتھ موجود ہیں پس عالم میں خبث ذاتی
 ثابت ہوگا اور طبعی شرارت واضح ہو گئی اور خیر و کمال سب
 کا سب راجع الی اللہ ہو گیا لہذا ”ہمه از اوست“ یہی
 درست ہے ما اصحابک من حسنة فمن

اللہ و ما اصابک من سیئة فمَنْ نَفْسُكَ تَحْمِلُ
پہنچتی ہے وہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تھے پہنچے وہ
تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ عالم خارج میں موجود ہے لیکن وجود
ظلیٰ کیسا تھا جس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ خارج میں وجود اصلیٰ کے
ساتھ موجود ہے بلکہ موجود بالذات ہے خارج میں وجود و صفات
کی طرح اس خارج کا ظل ہے لہذا عالم کو حق سبحانہ کا عین نہیں
کہہ سکتے اور ایک کا حمل دوسرے پر جائز نہ ہو گا کسی شخص کے ظل
کو عین شخص نہیں کہ سکتے کہ خارج میں دونوں میں تغایر ہے۔

دونوں نظریات کے مقابلی تذکرہ کے بعد ہم ان سوالات پر توجہ مبذول کریں
گے جو اس حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے پوچھے گئے اور آپ نے اس کے
بارے میں کیا وضاحت کی نیز ان عبارات اور اقوال کا بھی جائزہ لیں گے جو دونوں
بزرگوں کے نزدیک باعث اختلاف ہیں اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان پر گرفت
کی اور اسے صواب سے دور جانا اور ان باتوں کا ذکر بھی درمیان میں آجائے گا جن پر
دونوں بزرگوں کا اتفاق ہے اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان کی تحسین بھی کی ہے تاہم
میں نے مکرات کو چھوڑ دیا ہے تاکہ قارئین پر بارہ ہو۔

۱۔ مکتوبات امام ربانی: نمبر دوم، حصہ اول، مکتوب: ۱

سوال کیا گیا:

☆ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تبعین بھی عالم کو ظلِّ حق سجائنا، و تعالیٰ مانتے ہیں تو پھر فرق کیا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

وہ اس ظل کے وجود کو موهوم سمجھتے ہیں (وہم و گمان کہتے ہیں) اور اس کے وجود خارجی کی بوجھی جائز نہیں مانتے اور کثرت موهومہ کو وحدت وجود کے ظل سے بیان کرتے ہیں اور خارج میں صرف ذاتِ حق کو ہی موجود سمجھتے ہیں ان دونوں میں بدیہی فرق ہے

(i) اصل پر ظل کے حمل کا نشانہ اور اس حمل کا نہ ہونا ظل کے وجود خارجی کا مثبت ہے اور اس وجود کا عدم اثبات جبکہ وہ ظل کے وجود خارجی کو ثابت نہیں کرتا تو لازماً اس پر محمول کرتے ہیں
(ii) فقیر ظل کو خارج میں موجود جانتا ہے اور حمل میں عجلت نہیں کرتا ظل کے وجود اصلی کی نفی میں فقیر اور شیخ شریک ہیں اور فقیر وجود ظلی کو خارج میں ثابت مانتا ہے جبکہ وہ اس وجود ظلی کو صرف وہم اور تخیل قرار دیتے ہیں اور خارج میں احادیث مجرّدہ کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے اور صفاتِ ثانیہ جن کا وجود خارج میں اہل سنت و جماعت کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے صرف مرتبہ علم میں ثابت کرتے ہیں میرا طریق میانہ روی ہے اگر وہ لوگ اس

خارج کو خارج کا ظل دیکھتے تو عالم کے وجود خارجی کا انکار نہ کرتے اور نہ ہی وہم و تخیل پر قائم رہتے اور ہرگز ممکن کیلئے وجود اصلی کا اثبات نہ کرتے اور وجود ظل پر اکتفا کرتے کیونکہ ممکن خارج میں وجود ظلی کے ساتھ بطریقِ حقیقت موجود ہے اور ہرگز وہم و تخیل نہیں۔

پوچھا گیا:-

☆ ”شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ میں اعیان ثابتہ (علمی صورتوں) کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ کیوں کہا ہے جبکہ عدم بھی حقائق ممکنات میں داخل ہے؟“
حضرت مجدد نے فرمایا:

”برزخ اس اعتبار سے کہ صور علمیہ (وہ شکلیں جو مرتبہ علم میں ہیں) کی وجہ تین (طرفیں) ہیں ایک ثبوت علمی کے واسطے سے وجود سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری عدم خارجی کے واسطے سے عدم سے تعلق رکھتی ہے“

سوال:

☆ ”صاحب فتوحات مکیہ (شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے تبعین کہتے ہیں کہ جس طرح واجب سبحانہ و تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین ہیں میں طرح باہم ایک دوسرے کا عین ہیں جیسے علم اس ذات کا عین اور اس کی قدرت کا بھی عین ہے اور ارادہ سمع اور بصر کا بھی یہی حال ہے اور یونہی دیگر صفات؟“

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

کہ یہ بات صواب و درستی سے دور ہے، اس لیے کہ

(i) یہ قول صفات زائدہ کی نفی پر منی ہے

(ii) صفات زائدہ کی نفی مذہب اہل سنت کے خلاف ہے

(iii) اہل سنت کے نزدیک صفات ثمانیہ (آٹھ صفات) خارج

میں موجود ہیں

(iv) واجب تعالیٰ کی ذات و صفات کی عینیت کا وہمہ شاید اس

لیے پیدا ہوا کہ انہوں نے ذات و صفات واجب تعالیٰ کے مقام

کی تغایرو تباہ کو ممکنات کے تغایرو تباہ کی طرح سمجھا ہے

(v) جنہوں نے اسے ممکنات کی ذات و صفات کے تغایرو تباہ

کی طرح نہ پایا اور اس واجب بالذات کے صفات کے تمایز کو

اس تمائز کے مشابہ نہ دیکھا تو خواخواہ تغایرو تمایز کی نفی کر دی اور

ایک دوسرے کی عینیت کے قائل ہو گئے

(vi) کاش وہ دیکھتے کہ اس حمل کا تغایرو تباہ واجب سمجھا کی

ذات و صفات کی طرح بے مثال اور بے کیف ہے اور اس تمایز کو

اس تمائز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں مگر صرف صورت و نام میں پس

اس مقام میں تباہ و تمایز موجود ہے اور ہماری فہم سے بالاتر اور

عدم ادراک کی نفی اہل حق کے مخالف ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مُلَا ہاشم کی طرف لکھتے ہیں:

☆ ”فصوص الحکم کی عبارت جو میں نے اپنے والد بزرگوار سے سن تھی یاد آئی صاحب فصوص نے فرمایا ہے:

اگر چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ جہاں حق سبحانہ ہے اور اگر چاہے تو یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ جہاں مخلوق ہے اور اگر چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک جہت سے حق ہے اور ایک جہت سے مخلوق اور اگر چاہے تو حیرت کا اظہار کر سکتا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی۔“

”یہ عبارت کسی قدر اس بے قراری کے لیے تسلیم کا باعث بن گئی بعد ازاں اپنے پیر بزرگوار (مخدم باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں جا کر عرض حال کی تو آپ نے فرمایا تیرا حضور صاف نہیں ہوا اپنے کام میں مشغول رہتا کہ موجود کی موجودہ میز سے تمیز ہو جائے اور میں نے فصوص کی عبارت کو جو عدم تمیز کو ظاہر کرتی تھی آپ کے سامنے پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ شیخ محبی الدین ابن عربی نے اس عبارت میں کامل کا حال بیان نہیں فرمایا عدم تمیز بھی بعض اشخاص کی نسبت ثابت ہے۔“

۱- مکتوہات امام رہانی، دفتر اول، مکتبہ پیغمبر

۲- مکتوہات امام رہانی، دفتر سوم، مکتبہ

مکتب مذکورہ کی روشنی میں یہ امر واضح ہے کہ دونوں بزرگوں کے احوال و مواجهہ اور کشف میں بدیہی امتیاز و فرق ہے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر یا تو کر گئے اور آگے ترقی نہ ہوئی یا پھر آگے ترقی تو ہوئی مگر اس وقت جب وہ اس مقام کی حیثیت سے آگاہ ہوئے تو شائد اس پہلے قول (عدم تمیز) کی تردید یا اصلاح کا موقعہ گزر چکا تھا با وقت ہی نہ ملا اس حوالے سے میر منصور کے نام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلاً جو کچھ لکھا وہ حسب ذیل ہے:-

”یہ میدان کائنات جو دیکھا جاتا ہے اور مشہود، مسطح، طویل و عریض اور کشادہ متحیل ہوتا ہے حضرت مجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تبعین کے نزدیک یہ سب کچھ حضرت وجود ذات الہیہ ہے اس کو ظاہر وجود کہتے ہیں جو بذریعہ انعکاس اور صور علمیہ متکثرہ کے لبادہ میں آیا ہے اس کو باطن وجود اور اعیان ثابتہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ وجود جو اپنی وحدت و باساطت پر ہے وہ خیال میں صرف متکثر و کشادہ اور لمبا چوڑا دکھائی دیتا ہے مشاہدہ و محسوس سب کچھ کیا عوام کیا خواص اس صفحہ میں کوئی لباس میں اور الگ الگ صورتوں اور شکلوں میں اللہ تعالیٰ ہیں جو کہ عوام کو عالم متوہم ہوتا ہے اور کبھی بھی خانہ علم سے باہر نہیں ہوا اور نہ ہی اُس نے وجود خارجی کی بوسنگھی یہ ان صور علمیہ

کے عکوس ہیں جو حضرت وجود کے آئینے میں ظاہر ہوئے ہیں اور خارج میں نمود پیدا کی ہے اور عوام کو اپنے وجود خارجی کے واسطہ میں ڈال دیا ہے ”فقیر (حضرت مجدد) کا عقیدہ اور کشف یہ ہے کہ یہ میدان وہم کا میدان ہے اور اس میدان میں جو صورتیں اور شکلیں ہیں ممکنات کی ہیں جنہوں نے صنعتِ الہیہ سے مرتبہ وہم و حس میں ثبوت پیدا کیا ہے اور استحکام پایا ہے اور جو کچھ بھی اس صفحہ میں محسوس و مشہود ہے وہ ممکنات کی جنس سے ہے اگرچہ بعض سالکیں کو وہ مشہود واجب متوجہ ہوتا ہے اور عنوانِ حقیقت سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اصل میں عالم کے افراد سے ہے اور اللہ کریم و راء الوراء ہے اور ہماری دید و دانش سے الگ اور ہمارے کشف و مشہود سے مبرأ و منزہ ہے۔

خلق را وجہ کے نمایداؤ در کدام آئینہ ذرا آیداؤ
 (وہ مخلوق کو اپنا چہرہ کس طرح دکھائے اور کون سا شیشه ہے جس میں وہ سائے)

یہ متوجہ عرصہ اس میدان خارجیہ کا ظل ہے جو کہ حضرت وجود کے مرتبہ کے لا تک ہے چنانچہ اس مرتبہ خارج کا ظل ہے خارج کہہ لیں تو اس کی گنجائش جیسا کہ ظلی و وجود کے اعتبار سے اس کو موجود بھی کہتے ہیں اور یہ وہم کا عرصہ خارجی کی طرح نفس

الامری ہے اور یہ احکام صادقہ رکھتا ہے اور ابدی معاملہ اسی کے ساتھ وابستہ ہے جس کی مُخْبِر صادق ﷺ نے خبر دی ہے دونوں کشوفوں میں اول توسط حالی اور ہدایت اور ابتدائی ہے جب کہ دوسرا منتهاۓ حال ہے اور تزییہ و تقدیس ذات باری کے زیادہ قریب اور بہتر ہے ۔

حضرت مجدد نے اس حوالے سے قاضی جلال الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ :

خود بڑے معتبر علماء سے تھے کا ذکر کیا ہے کہ : انہوں نے میرے والد بزرگوار قدس سرہ سے جو علماء محققین سے تھے سوال پوچھا کہ نفس الامر میں وحدت ہے یا کثرت اگر وحدت ہے تو شریعت جس کا مبنی احکام متابعینہ اور ممتازہ ہیں باطل ہوتا ہے اور اگر نفس الامر میں کثرت ہے تو صوفیہ کا قول باطل ہوتا ہے جو وحدت وجود کے قائل ہیں تو حضرت والد بزرگوار قدس سرہ نے جواب دیا دونوں نفس الامری ہیں وہ ان سے بیان کیا جو فقیر کے ذہن میں محفوظ نہیں کہ کیا فرمایا تھا پس جو صوفیہ وحدت الوجود کے قائل ہیں حق پر ہیں اور علماء جو کثرت وجود کے معتقد ہیں وہ بھی حق پر ہیں صوفیہ کے حالات کے

مناسب وحدت ہے اور علماء کے حالات کے مناسب کثرت ہے کیونکہ شرائع کی بنیاد کثرت پر ہے اور احکام کا تغایر کثرت سے وابستہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور اخروی تشعیم و تعذیب بھی کثرت سے متعلق ہے اور جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ”فَإِنْجَبْتُ أَنْ أَعْرَفُ“ (میں نے چاہا کہ اپنا تعارف کراؤں) یہ ارشاد کثرت کو چاہتا ہے اور ظہور کو پسند کرتا ہے تو اس مرتبہ کو باقی رکھنا بھی ہے کیونکہ اس مرتبہ کی تربیت اللہ رب العالمین کی پسندیدہ اور محبوب ہے اور اسی نے اشیاء کو بقاءً ابدی عطا فرمائی ہے اور قدرت کو لباس حکمت میں لا یا ہے اور اسباب کو اپنے فعل کا چہرہ چھپانے والا بنایا ہے وحدت وجود اگرچہ حقیقت ہے لیکن نسبت کثرت کا معاملہ مجاز ہے اور مجاز متعارف ہو چکا جس سے مفر نہیں ۔

حضرت مجدد سے پوچھا گیا:

”صاحب فصوص الحکم (شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ) نے تعین اول کو حقیقت محمدی کہا ہے اور اس کو وحدت سے تعبیر کیا ہے اور اسی طرح تعین ثانی کو احادیث کہا ہے اور اعیان ثابتہ کو حقائق ممکنات

کہا ہے اور اس مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور ہر دو تعین کو وجوبی کہہ
کر قدیم جانا ہے اور تیرے تین تنزلات روحی، مثالی اور جسدی
کو تعین امکانی تصور قرار دیا ہے اور یہ تعین جبکہ تعین اول
ہے اور حقیقتِ محمدی ہے ممکن ہے یا واجب، حادث یا قدیم آپ
کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے؟

ان سوالوں کے جواب میں حضرت مجدد نے مولانا حسن دہلوی کے نام مكتوب میں تحریر

فرمایا:

”میرے نزدیک کوئی تعین اور متعین نہیں ہے وہ کون سا تعین ہوگا
جو لا تعین کو متعین کرے یہ الفاظ شیخ محبی الدین ابن عربی اور ان
کے قبیلین قدس اللہ اسرار ہم کے مذاق کے موافق ہیں فقیر کی
عبارت میں اس قسم کے الفاظ صنعت مشاکلہ کے قبل سے سمجھے
جا سیں تاہم جو میں کہتا ہوں وہ تعین تعین امکانی ہے اور مخلوق
و حادث ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے

”اول ما خلق اللہ نوری“ سب سے ادل اللہ نے میر انور پیدا
کیا اور دوسرا حدیث میں نور کی تخلیق کا وقت بھی مذکور ہے ”قبل
خلق السموات بالفی عام، تخلیق آسمان سے دو ہزار سال پہلے اور
اس کی مثل اور بھی روایات ہیں اور جب وہ مخلوق ہے اور عدم
کے ساتھ لاحق ہے تو ممکن بھی ہے اور حادث بھی اور جب

حقیقت الحقائق جو کہ انسینت حقائق ہے ممکن اور مخلوق ہے تو دوسروں کے حقائق بدرجہ اولیٰ مخلوق ہوں گے اور امکان وحدوث سے کیونکر نہ ہوں گے، تعجب ہے کہ شیخ اکبر قدس سرہ نے حقیقت محمد یہ کو بلکہ تمام ممکنات کے حقائق کو اعیان ثابتہ کہا ہے وہ کہاں سے ان کے وجوب و قدم کا حکم لگاتے ہیں اور قول رسول کے برخلاف کیسے کہتے ہیں ممکن اپنے اجزاء کے ساتھ بھی ممکن ہی ہے اور صورت و حقیقت سے بھی ممکن ہی ہے تعین وجوبی ممکن کی حقیقت کس لئے ہو گا ممکن کی حقیقت ممکن ہی ہوتی ہے کیونکہ ممکن کو واجب تعالیٰ کے ساتھ نہ تو کوئی اشتراک ہے اور نہ ہی کوئی نسبت ماسوا اس امر کے کہ وہ ممکن اس کی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا خالق اور شیخ اکبر چونکہ واجب اور ممکن میں امتیاز نہیں کرتے جبکہ خود شیخ مقرر ہیں کہ ان دونوں میں تمیز نہیں ہے اگر وہ واجب کو ممکن کہے اور ممکن کو واجب تو اسے کوئی خطرہ نہیں میرے نزدیک وہ معذور ہیں (اور یہ غلبہ مسکر کی کیفیت ہے)

اسی تناظر میں مزید پوچھا گیا:

”آپ نے واجب اور ممکن کے درمیان اصل اور ظل کی نسبت نہ صرف ثابت کی ہے بلکہ ممکن کو واجب کا ظل کہا ہے اور باعتبار اصل واجب کو ممکن کی حقیقت کہا ہے کہ وہ اس کے ظل کی طرح

ہے اور اس پر بہت سے معارف کو متفرع کہا ہے اگر اس اعتبار سے شیخ نے بھی واجب کو ممکن کی حقیقت کہہ دیا ہے تو اس میں کیا استحالہ لازم آتا ہے اور انہیں ملامت کیوں؟“

☆ تو حضرت مجدد نے کہا:

”اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن میں اثبات نسبت کریں شریعت ان کے ثبوت کے لئے واردنہیں ہوئی یہ تمام معارف سکریہ ہیں اور حقیقت نفس الامری سے دوری اور نارسائی ہے“
واجب تعالیٰ کا سایہ کیوں ہوگا کیونکہ مثل کی تولید کا وہم پیدا کرتا ہے اور عدم کمال اطاعت کے شایبہ کی خبر دیتا ہے جبکہ اطاعت کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کا سایہ نہ تھا تو رب محمد ﷺ کا سایہ کیونکر ہوگا خارج میں موجود بالذات اور بالاستقلال صرف ذات باری ہے اور یا پھر اللہ کی صفاتِ ثمانیہ حقیقیہ اور ان کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ ایجاد باری تعالیٰ سے موجود ہوا ہے اور وہ سب ممکن، مخلوق اور حادث ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق کا خلل نہیں اور مخلوقیت کے سوا خالق سے کوئی نسبت سوانی اس نسبت کے جسے شریعت نے ثابت کیا ہو۔ یہ عالم کی ظلیلیت کا علم سائک کے لئے مفید راہ ہے اور اس سے کھینچ کر اس تک لے جاتا ہے اور جب وہ کمال عنایت سے طے منازل کے بعد اس تک رسائی پاتا ہے تو

محض فضل الہی سے وہ ایسا پاتا ہے کہ اصل بھی ظل کا حکم رکھتا ہے
اور یہ مطلوبیت کے لائق نہیں کیونکہ امکان و حدوث سے داغدار
ہے اور مطلوب ادراک کے احاطہ اور وصل و اتصال سے ماوراء
ہے۔

مزید پوچھا گیا:

☆ ”صاحب فتوحات مکیہ نے تعین اول کو جو کہ حقیقت محمدی ہے حضرت اجمال علم کہا ہے
اور آپ تعین اول کو تعین وجودی کہتے ہیں اور آپ نے اس کے مرکز کو جواں کے اجزاء
میں سے اشرف و اسبق ہے حقیقت محمدی قرار دیا اور تعین حضرت اجمال کو اس تعین وجودی
کا ظل کہا ہے اور لکھا ہے کہ پہلا تعین جبی ہے اور حقیقت محمدی ہے تو تطبیق کیسے ہوگی؟

تو حضرت مجدد نے وضاحت کی:

”اکثر ہوتا ہے کہ کسی شے کا ظل اپنے آپ کو اصل شے دکھاتا ہے
اور سالک کو اپنے آپ میں گرفتار کر لیتا ہے پس وہ دو تعین ظلال
ہیں تعین اولی کہ عروج کے وقت عارف پر اصل تعین اولی تعین
جَبَی سے ظاہر ہوتا ہے اللہ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود سے اور
یونہی صفات ثمانیہ بذات واجب موجود ہیں نہ کہ وجود سے کہ
وجود بلکہ وجوب کو بھی اس مرتبہ میں گنجائش نہیں کہ وجود اور
وجوب دونوں اعتبارات سے ہیں پہلا اعتبار جو ایجاد عالم کے
لئے پیدا ہوا وہ حب ہے اس کے بعد اعتبار وجود ہے جو کہ ایجاد کا

مقدمہ ہے کیونکہ ذات باری کو بغیر اعتبار اس حب اور بغیر اعتبار اس وجود کے عالم سے اور ایجاد عالم سے استغناء ان اللہ عن العالمین (اللہ جہانوں سے بے نیاز ہے) نص قطعی ہے اور تعین علمی جملی کو ان دونوں تعین کا ظل کہنا اس اعتبار سے ہے کہ وہ دو تعین باعتبار حضرت ذات سبحانہ کے ہیں بغیر ملاحظہ صفات کے اور اس تعین میں لمحوظ صفت ہے جو ذات کے لئے ظل کی طرح ہے لہذا تعین وجود کو تعین جسی کا ظل کہنا درست ہے۔“

مزید سوال کیا گیا

”کہ صاحب فصوص کہتے ہیں کہ تجلی ذات صرف متجلی لہ کی صورت میں ہوتی ہے پس متجلی لہ آئینہ حق میں اپنی صورت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور اس نے خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ممکن ہے کہ اس کو دیکھ سکے“

تو حضرت مجدد نے جواباً فرمایا:

”شیخ اکبر نے عدم امکان رویت مبالغہ کیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر

ا۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ رویت الہی اس دنیا میں ممکن ہے اگرچہ اس کا وقوع نہ ہو اس پر دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول رب ارثی ہے کہ جو شے ناممکن ہو پسغیر اس کا سوال نہیں کرتا اور اس تذکرہ میں کہا ہے کہ اگر پھاڑ اپنی جگہ قائم رہا تو جلد مجھے دیکھے گا قیام جبل کے امکان سے واضح ہو گیا کہ رویت ممکن ہے (پروفیسر قاری مشتاق احمد)

کیونکہ رویت دنیا میں جائز ہے اور آخرت میں واقع ہے جب سالک کی پوری فنا ممتنع ہوئی اور مطلوب سے اتصال وصول اس کے بغیر منوع ہوا اور بغیر وصول کے معرفت کی کوئی صورت نہیں تو لازماً معرفت سے عجز لازم آیا اور معرفت سے عجز عین معرفت ہے یہ نہ کہا جائے کہ معرفت سے عجز معرفت کیونکر ہوا جو کہ اس کا نقیض ہے کیونکہ معرفت سے عجز اس معرفت سے عبارت ہے کہ ”وہ پہچانا نہیں جاسکتا“ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے ”عجز عن ادراک الا دراک ادراک“ ادراک کو پالینے سے عاجز آنا ادراک ہے پس پاک ہے وہ اللہ جس نے مخلوق کے لئے اپنی طرف کوئی راہ نہیں بنائی ما سوا اس کے عجز معرفت کا مقرر ہوا یک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

سبحان خالق کہ صفاتِ زکریا برخاک عجز میں گلند عقل انبیاء (پاک وہ پیدا کرنے والا جس کی صفات اپنی کبریائی سے انبیاء کی عقولوں کو عجز کی خاک پر ڈال دیتی ہے۔ جب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام صفاتِ کبریا کی معرفت سے عاجز ہوں ان سے اور ملائکہ کہیں ”ما عرفناک حق معرفتک“ ہم نے تجھے جیسے پہنچانے کا حق تھا نہیں پہچانا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس خیر الامم کے رئیس اور سردار ہیں وہ اپنی عاجزی کا اقرار کریں تو دوسرا

کون ہے جو معرفت کا دم مارے شاید اپنی جہالت کو معرفت سمجھے
اور غیر حق کو حق جانے اور یہ معرفت سے عجز مراتب عروج کی
انتہائی نہایت ہے اور مدارج قرب کی انتہا ہے۔

صوفیہ کے کشفی علوم و معارف اس عجز کے لئے بمنزلہ
اسباب ہیں جو ان کے منتسب لوگوں کو آخر میں میر آتا ہے اور یہ
لوگ کشفی معارف کے زینہ سے اس دولت عجز سے مشرف ہو
جاتے ہیں اور حق معرفت کے حصول کا وسیلہ اور ایمان حقیقی کا

معتبر ذریعہ ہیں۔ ۱

حضرت مجدد سے سوال کیا گیا:

☆ ”ابن عربی نے روایت اخزوی کو لطیفہ جامعہ مثالیہ کی صورت میں مقرر کیا ہے آپ کا
سلک کیا ہے“

تو آپ نے بیان فرمایا:

”صورت جامعہ مذکورہ کی روایت روایت باری تعالیٰ نہیں بلکہ اس
کے کمالات کے مظاہر میں سے ایک مظہر کی روایت ہے جس نے
عالم مثال میں ثبوت پیدا کیا۔

وادر اک و ضرب من مثال
بی راہ المومونون بغیر کیف

۱۔ مکتوبات امام رہانی، دفتر سوم مکتوب: ۱۲۲ (منصل) دفتر سوم، مکتوب: ۷۳، ۷۲، ۷۵

اہل ایمان حق سبحانہ و تعالیٰ کو بغیر کیف و ادراک اور مثال کے دیکھیں گے۔ روایت باری کو صورت کی روایت قرار دینا درحقیقت روایت باری کی نفی ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ عالم مثال میں جو صورت حاصل ہوتی ہے کتنی ہی جامع کیوں نہ ہو بالآخر عالم مثال کے اندازہ کے موافق ہوگی اور عالم مثال اگرچہ بہت وسیع ہے پھر ایک عالم ہے اور ممکن و مخلوق الہی ہے تو اس صورت کی جامعیت کہاں گنجائش ضبط رکھتی ہے کہ تمام کمالات الہی کی جامع ہو اور اس مرتبہ مقدسہ کا آئینہ بنے اور اس کی روایت روایت باری ہو اور یہ بھی جاننا لازم ہے کہ آخرت کے وجود و خلق کو دنیا کے وجود و خلق سے کوئی نسبت نہیں کہ ان پر احکام کو قیاس کیا جائے یہاں روایت، فہم ادراک کا معاملہ دوسرا ہے فانی نہیں دوامی ہے اور مخبر صادق علیہ السلام نے اخروی روایت کو چودھویں کے چاند کی روایت سے تشبیہ دی ہے اور جاب اٹھا دیا ہے، جیسے چاند کو پانی کے لگن میں دیکھنا اور یہ ظل ہے اور ظل کی روایت اصل کی روایت نہیں۔ ۱

پوچھا گیا:

☆ ”صوفیہ وجود یہ دو وجود کہنے والے کو جو شرک کہتے ہیں وہ اس لئے کہ وہ دونین ہیں

۱۔ مکتوبات امام رضاؑ، دفتر سوم، مکتوب: ۷۹

اور یہ طریقت کا شرک ہے ابن عربی نے توحید وجودی کی تصریح سب سے پہلے کی ہے
آپ کا کیا مسلک ہے؟

حضرت مجدد نے تحریر فرمایا:

اَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَعْلَمُ وَهُدًى وَجُودُهُ كَطْرَفُ دُعَوَتِنَّهُمْ

دی اور نہ ہی دو وجود کہنے والے کو شرک کہا ہے بلکہ ان کی دعوت
وحدت معبود کی طرف ہے اور انہوں نے مساوا کی عبادت کو شرک
کہا ہے اگر صوفیہ وجود یہ مساوا کو غیریت کے طریق پر بھی نہ
جانیں تو شرک کا دفعیہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مساوا کو مساوا ہی جانیں
یا نہ جانیں ان میں سے بعض متاخرین عالم کو حق تعالیٰ کا عین نہیں
جانتے اور عینیت سے نہ صرف کنارہ کرتے ہیں بلکہ عینیت کے
قاکلین کو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور شیخ محبی الدین ابن عربی اور ان
کے تبعین کے منکر اور انہیں برائی سے یاد کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ
عالم کو حق تعالیٰ کا غیر نہیں مانتے اور نہ ہی عالم کو حق تعالیٰ کا عین
اور نہ ہی غیر جانتے ہیں اور یہ بات ہرگز صحیح نہیں ”الاشان
متغایران“ دو چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں یہ قضیہ مقررہ
ہے دوئی کا منکر درجہ عقل کا مخالف ہے البتہ علماء متكلمين نے
صفات واجب سبحانہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا ہے
”لَا هُوَ لَا غَيْرُهُ“ نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات (بلکہ ذات

واجب کا مقتضی ہیں) اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد لے کر یہ پیش نظر رکھا ہے کہ دو متغائر چیزوں کا باہم الگ اور جدا ہونا درست ہے اور نہ، ہی اللہ سبحانہ کی ذات و صفات قدیمه کے درمیان علیحدہ ہونا جائز خیال بھی کیا جاسکتا ہے پس ”لا ہو ولا غیر ہو“ صفات قدیمه میں حق ہے جبکہ عالم میں یہ نسبت مقصود ہے ”کان اللہ و لم یکن معہ شی“ اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی پس عالم کی غیریت کی نفی لغت و اصطلاح میں حق سے بعید ہے ان لوگوں کو حقیقت حال تک رسائی نہ ہوئی اور اس وجہ سے عالم کا صفات قدیمه پر قیاس کر کے حکم لگایا اور جب غیبت عالم کی نفی کے قائل ہوئے تو غیریت عالم کا اقرار لازم تھا تا کہ توحید وجودی والوں کے گروہ سے نکل آتے اور عالم کے متعدد وجودوں کے قائل ہو جاتے اور توحید وجودی میں عین کہنے سے چارہ نہیں ہے جیسا کہ شیخ محبی الدین اور ان کے تبعین نے کہا ہے لور عین کہنا ان معنوں کے لحاظ سے ہرگز نہیں کہ عالم اپنے خالق کے ساتھ متحد ہے عالم معدوم وجود باری واجب ہے دو بنی جو طریقت کا شرک کہا گیا ہے توحید مشہودی سے رفع ہو جاتا ہے اور باقی نہیں رہتا“ ۱

۱۔ مکتوبات امام رضاؑ، دفتر اول، مکتب: ۲۷۲

☆ مخدومزادہ خواجہ عبداللہ اور عبید اللہ کے نام لکھتے ہیں:
 ہمارے خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ابن عربی کا ملین کے
 ارواح کے قدم کا قاتل ہوا ہے اور اہل سنت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے
 حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور جو کوئی حق تعالیٰ کے سوا قدیم
 واصلی ہونے کا قاتل ہوا ہے وہ کافر ہے لیکن شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ
 علیہ کے قول کو ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہئے
 کہ ان کا گمان ہرگز صحیح نہیں اور اجماع کے مخالف ہے اور شیخ کا
 قول غلبہ سکر میں ہوا ہے صحیح نہیں۔^۱

پوچھا گیا:

☆ ”عدم کو جواشی محض ہے کس اعتبار سے وجود کا آئینہ کہا ہے؟“

تو حضرت مجدد نے فرمایا:

”عدم باعتبار خارج کے لاشی محض ہے لیکن اس نے علم میں امتیاز پیدا
 کیا ہے بلکہ وجود ہنی کے ثابت کرنے والوں (ابن عربی رحمۃ
 اللہ علیہ) کے نزدیک وجود علمی بھی حاصل کیا ہے اور اس کو وجود کا
 آئینہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ مرتبہ عدم میں ہر نقیض و شرارت جو
 وجود سے جو اس کی نقیض ہے ثابت ہو ضرور مسلوب ہو گا اور ہر کمال جو

مرتبہ عدم میں مسلوب ہو وہ حضرت وجود میں مشیت ہو گا پس
ناچار عدم کمالات وجودی کے ظہور کا سبب ہوا اور اس کے سوا کوئی
اور بات نہیں اور شیخ کی نظر اس حقیقت کی طرف نہیں پڑی۔

شیخ صوفی کے نام لکھتے ہیں:

تعجب ہے کہ شیخ محبی الدین اور ان کے پیروکار ذراثت واجب تعالیٰ
کو مجہول مطلق کہتے ہیں اور اس کے لئے کسی حکم کا ثبوت بھی نہیں
کرتے اور اس کے باوجود اللہ کے لئے احاطہ اور قرب اور
معیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی تو واجب تعالیٰ
کے لئے حکم ہی کا ثبوت ہے تو درست وصواب وہی ہے جو علماء
اہل سنت نے کہا ہے کہ قرب اور احاطہ علمی ☆ ہے۔ ۲

زگوار کے نام تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں آیا
ہے (ما خود از نفحات الانس جامی رحمۃ اللہ علیہ) کہ ”عین نماندا شر
کجا ماند“، ”عین باقی نہیں رہتا تو اثر کیونکر باقی رہ سکتا ہے“ ”لا تُبْقِي
وَلَا تَذَرْ“، آتش عشق کسی شے کو باقی نہیں چھوڑتی یہ بات پہلی نظر

بـات امام رہانی، دفتر اول، مکتوب: ۲۳۳ ۱۔ مکتوبـات امام رہانی، دفتر اول، مکتوب: ۳۱

شاد باری ہے: ان اللہ قد احاط بکل شی علمـا (الطلاق، ۱۲:۵۶) (رقم)

میں تو مشکل محسوس ہوئی کیونکہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے تبعین اس بات کے قائل ہیں ”کہ کسی معلوم چیز کا اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے زائل ہونا محال ہے ورنہ واجب تعالیٰ کے لئے علم کی بجائے جہل لازم آئے گا اور ذات ہی زائل نہ ہو تو اثر کہاں جائے گا اسی طور پر نہ بات ذہن نشین ہوتی تھی اور شیخ ابوسعید کے کلام کا مفہوم بھی واضح نہیں ہوا رہا تھا لیکن کامل توجہ کے بعد اللہ نے اس کلام کا راز منکشف کر دیا اور یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ نہ ذات رہتی ہے اور نہ اثر مشکل باقی نہ رہی اور اس معرفت کا مقام بھی دیکھایا بلند مقام ہے جو ابن عربی کے بیان سے بھی بلند ہے اور دونوں اقوال مختلف اور متناقض نہیں بلکہ الگ الگ جگہ سے متعلق ہے عالم اگر چہ کمالات صفاتی کے آئینے میں اسماء کے ظہور کی جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر عین ظاہر نہیں اور ظل عین اصل نہیں۔^۱

☆ مخدومزادہ خواجہ محمد معصوم کے نام رقمطر از ہیں:
”عجب معاملہ یہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے دو تعيین کو وجوبی کہا ہے اور تین تعيین کو امکانی لیکن اصل حقیقت یہ ہے

۱۔ مکتوپات امام رہائی، ففتر اول، مکتوب: ۱۱

کہ تمام تعیناتِ ظلیلت کا داع اور امکان کی بور کھتے ہیں
 اگرچہ ممکن سے ممکن تک بُرا فرق ہے ایک قدیم ہوتا ہے اور دوسری احادیث
 لیکن یہ سب امکان کے دائرہ سے خارج نہیں اور عدم کی بور کھتے ہیں۔^۱
 جاننا چاہئے کہ جس جگہ بھی تعین ہے اس میں امکان کی بوجہ ہے اور
 عدم کی آمیزش اس کے ساتھ ہے جو تعین و تمیز وجود کا باعث ہوا
 ہے ”وَبِضَدِهَا تَعْتَبِينَ إِلَى الشَّيْءِ“ چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں
 اللہ کریم کی صفات جنہوں نے تعین و تمیز پیدا کیا ہے وہ باوجود
 قدیمی ہونے کے واجب لذاتِ انہیں ہیں بلکہ واجب لذاتِ
 الواجب ہیں کہ حاصل و جوب بالغیر ہے جو کہ امکان کے اقسام
 سے ہے اگرچہ صفاتِ قدیمه میں ”امکان“ کے لفظ سے پہیز
 لازم ہے کیونکہ اس سے حدوث کا وہم ہوتا ہے اور اس جگہ
 مناسب و جوب کا اطلاق جو کہ ذات واجب سے آیا ہے لیکن
 حقیقت میں اس جگہ امکان کی گنجائش ہے کہ ان کا و جوب ذاتی
 نہیں بلکہ غیر کی طرف سے آیا ہے اگرچہ اس کو غیریہ کہیں یا اصطلاحاً
 غیر کہیں لیکن اثنیتین غیریت کی مقاضی ہے اور وہ آپس میں
 متغیر ہوتے ہیں اور یہ ارباب عقول کا مسلمہ قاعدہ ہے۔^۲

۱۔ مکتوبات امام رہانی، دفتر سوم، مکتب: ۷۶

شیخ حمید بنگالی کے نام لکھتے ہیں:

فتوات مکتیہ والے نے کہا ہے جمع محمدی جمع الہی سے اجماع ہے
کیونکہ جمع محمدی کوئی اور الہی حقائق پر مشتمل ہے پس اجماع ہو گی
اور نہیں جانتا کہ یہ اشتغال مرتبہ الوہیت کے ظلال میں سے ایک
ظل ہے اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے نہ کہ وہ
اشتغال اس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں
کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے جمع محمدی کا کچھ مقدار
نہیں ہے مَا لِلتُّرَابِ وَ دُبِ الْأَرْبَابِ
”چہ نسبت خاک را بآعالم پاک“

اور نیز اس مقام میں جب سالک کی سیر اس اسم میں جو اس کارب
ہے واقع ہوتی ہے تو با اوقات خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو
یقیناً اس سے افضل ہیں اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے
ہیں اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے یہاں بھی سالکوں کے پھلنے
کا مقام ہے اللہ کی پناہ کہ اس کمال سے کوئی خود کو افضل جانے اور
ہمیشہ کے خسارہ میں پڑے اور کبھی کبھی یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی نسبت بھی واقعہ ہو جاتا ہے جو قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں۔

مرزا حسام الدین احمد کے نام اپنے مکتوب میں ایک سوال کے جواب میں

لکھتے ہیں:

”صاحب فتوحات مکیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس صورتِ خاصہ کے ساتھ جو مدینہ منورہ میں مدفن ہے شیطان متمثّل نہیں ہو سکتا اس خاص صورت کے سوا جس صورت میں کہ حضور اکرم کو دیکھیں متمثّل ہو سکتا ہے اور ان تمام صورتوں میں متمثّل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تشخیص خصوصاً خوابوں میں بہت مشکل ہے پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو اور اگر شیطان کے متمثّل نہ ہونے کو آپ ﷺ کی صورتِ مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تمثّل کو تجویز نہ کریں جیسا کہ بعض علماء کا کہنا ہے تو یہ بات آپ ﷺ کی بلندی شان کے نامناسب ہے میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے اخذ احکام اور مرضی کا معلوم کرنا دشوار ہے ہو سکتا ہے کہ شیطان لعین درمیان میں آگیا ہو اور خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو اور دیکھنے والا شک و شبہ میں پڑ جائے اور اپنی عبارات واشارات کو اس صورت کریں کہ عبارات واشارات دکھایا ہو (سورہ نجم کی تلاوت کا واقعہ اس پر کافی دلیل ہے جب ظاہری

زمانے میں شیطان لعین کے القاء کا یہ مکروہ فتنہ ہے تو خواب میں دیکھنے والا کیونکر مامون اور خطرہ سے خالی ہے۔ ۱

ملائکیی اصفہانی کے نام لکھتے ہیں:

”جسدا مد بر روح ہے اور قالب کا مرتبی قلب ہے قوائے جسدی قوت روحانی سے حاصل ہوتے ہیں اور حواسِ جسمانی نورانیت قلبی سے مستفید ہوتے ہیں پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب اور روح کو وقت توجہ جو طریقہ جذبہ میں لازم ہے ابتدائے حال میں کہ کمی اور نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے جو حس کے بیکار ہونے اور شعور سے بے خبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے اور قویٰ اور اعضاء کی سستی تک پہنچا دیتا اور بے اختیار زمین پر سلا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محبی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحاتِ مکیہ میں سماعِ روحی سے تعبیر کیا ہے اور وہ سماع جس میں حرکتِ دوری اور رقص ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے اور اس کے منع کرنے میں بڑا مبالغہ کیا ہے“ ۲

خواجہ محمد تقیٰ کے نام لکھتے ہیں:

۱۔ مکتوبات امام رہانی، ففتر اول، مکتوب: ۲۷۳ ۲۔ مکتوبات امام رہانی، ففتر اول، مکتوب: ۲۰۰

آپ نے لکھا ہے کہ شیخ محبی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے اور ایک حکایت بھی لکھی ہے کہ عالم مثال کے بعض مکاشفات میں جبکہ میں کعبہ معظمہ کا طواف کر رہا تھا ایسا ظاہر ہوا کہ میرے ساتھ ایک ایسی جماعت طواف کر رہی ہے جن کو میں نہیں جانتا انہوں نے طواف کے دوران عربی شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے

لَقَدْ طُفِنَا كَمَا طَفْتُمْ سَنِينَا

بِهَذَا الْبَيْتِ طُرَّأَ أَجْمَعِينَا

میں نے جب یہ شعر سنات تو میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ سب عالم امثال کے ابدال ہیں اور اس خیال کے آتے ہی ان میں سے ایک نے میری طرف نگاہ کی اور کہا ”کہ میں تمہارے آباء و اجداد سے ہوں“ میں نے پوچھا آپ کوفوت ہوئے کتنے سال گزر چکے ہیں تو کہنے لگا ”چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے“ میں نے تعجب سے کہا کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کی شروع پیدائش سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال تو پورے نہیں ہوئے تو کہنے لگے تم کس آدم کی بات کرتے ہو یہ آدم تودہ ہے جو اس سات ہزار سال کے دور کی ابتداء

میں پیدا ہوئے تو شیخ نے کہا اس وقت حدیث مذکور میرے دل
میں گزری جو اس قول کی موئید ہے،“

مخدوم مکرم عنایت الہی سے اس مسئلہ کے متعلق جو اس فقیر
(حضرت مجدد) پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمام آدم جو حضرت
آدم علیہ السلام کے وجود سے پہلے گزرے ہیں ان سب کا وجود
عالم مثال میں تھا نہ کہ عالم شہادت میں موجود ہوئے ہیں جنہوں
نے زمین میں خلافت پائی ہے اور مسحود ملائکہ ٹھہرے ہیں اللہ کی
رحمتیں اور تسلیمات ہمارے نبی اور ان سب پر ہوں خلاصہ کلام یہ
ہے کہ چونکہ یہ آدم علیہ السلام جامعیت کی صفت پر پیدا ہوئے
ہیں اور اپنی حقیقت میں بہت سے لطائف اور اوصاف رکھتے
ہیں یہ اپنے وجود سے پہلے ایجاد باری تعالیٰ سے بہت مدت
ہائے دراز تک اپنے لطائف اور اوصاف میں سے کسی لطیفہ یا
ایک صفت سے عالم مثال میں موجود ہوئے ہیں اور انہی کے نام سے موسوم ہوئے
ہیں اور جس آدم کا انتظار تھا وہ اسی آدم سے وقوع میں آیا ہے
یہاں تک کہ تو الدو تنازل جو اس عالم مثال کے مناسب تھا وہ بھی
ظہور میں آیا اور کمالاتِ ظاہری و باطنی جو اس عالم مثال کے
مناسب تھے وہ بھی حاصل کئے اور عذابِ ٹواب کا مستحق ہوا بلکہ اسی کے

لئے قیامت قائم ہوئی اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں
 چلے گئے اور پھر کسی وقت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت سے اسی
 عالم مثال میں آدم علیہ السلام اپنی کسی اور صفت میں لطیفہ کے
 ساتھ ظاہر ہوئے اور وہی کوائف جو ظہور اول سے وجود میں آئے
 تھے ہر ظہور کے دور کے ختم پر ظہور ثانی، ظہور ثالثہ اور ظہور چہارم
 میں موجود ہوئے اور یہ سلسلہ جب تک اللہ نے چاہا جاری رہا پھر
 جب ظہورات مثالیہ کے ادوار پورے ہو گئے تو بالآخر وہ نسخہ
 جامعہ ایجاد الہی سے عالم شہادت میں وجود میں آگیا اور اللہ کے
 فضل سے معزز و محترم ہوا اگر ایک لاکھ آدم بھی ہوں تو وہ اسی آدم
 کے اجزاء ہیں ہاتھ پاؤں ہیں اور اسی کے مبادی و مقدمات ہیں
 اور شیخ بزرگوار کے وہ دادا جن کو چالیس ہزار سال سے زیادہ
 عرصہ فوت ہوئے گزر چکا تھا وہ عالم مثال میں شیخ بزرگوار کے
 دادا کا کوئی لطیفہ تھے جو عالم شہادت میں موجود ہوئے اور بیت
 اللہ شریف کے وہ طواف جوانہوں نے کئے وہ بھی عالم مثال میں
 کئے کیونکہ کعبہ معظمہ کی بھی عالم مثال میں ایک ہیپہ اور صورت
 تھی جو اس عالم مثال کا قبلہ تھی۔

اس فقیر نے اس مسئلہ پر دور دور نظر دوڑائی اور بہت غور کیا تو عالم
 شہادت میں کوئی دوسرا آدم نظر نہیں آیا اور عالم مثال کی عجوبہ

کاریوں کے سوا کوئی چیز نہ مل سکی اور وہ جو مثالی جسم نے کہا کہ
میں تمہارے آباؤ و اجداد سے ہوں اور مجھے فوت ہوئے چالیس
ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے یہ اس بات پر سب سے
بڑی دلیل ہے کہ اس آدم سے پہلے کئی ایک آدم گزر چکے ہیں جو
اس آدم کے صفات و لطائف تھے یہ نہیں کہ وہ علیحدہ پیدائش
رکھتے تھے اور آدم سے الگ تھے کیونکہ جو الگ ہے اس کی اس
آدم سے کیا نسبت اور شیخ بزرگوار کا دادا کیوں ہونے لگا اور عالم
شہادت کے آدم علیہ السلام کی پیدائش کو ابھی سات ہزار سال
پورے نہیں ہوئے چالیس ہزار سال کی کہاں گنجائش ہے۔

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اس حکایت
سے تناخ کو درست سمجھتے ہیں اور قریب ہے کہ کائنات کے قدیم
ہونے کے قائل ہوں اور قیامت کبریٰ سے انکار کر دیں اور بعض
بے دین لوگ جنہوں نے بزم خویش شیخی کی سند حاصل کر رکھی
ہے تناخ کے جواز کا حکم کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ
جب تک نفس اپنے کمال تک نہ پہنچے اسے مختلف ابدان تبدیل
کرنے سے چارہ نہیں اور کہتے ہیں کہ جب نفس اپنے کمال تک
پہنچ جاتا ہے تو مختلف جسموں کے تبدیل کرنے سے بلکہ بدن
کے تعلق سے آزاد ہو جاتا ہے اور حصول کمال جو مقصود پیدائش

ہے حاصل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بات صریحاً کفر ہے اور ان چیزوں کا انکار ہے
 جو دین سے متواتر ثابت ہیں جب بالآخر تمام نفوس اپنی حد کمال
 کو پہنچ جاتے ہیں تو دوزخ کس کے لئے ہے اور سزا کے طے گی
 صریحاً دوزخ کا انکار ہے عذاب آخرت کا انکار ہے کیونکہ ان
 کے خیال کے مطابق نفس کو کسی جسم کی ضرورت، ہی نہیں رہی جو کہ
 اس کے کمالات کا آله ہے کہ وہ کسی جسم سے دوبارہ جی اٹھے اس
 گروہ کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ کے موافق ہے کہ وہ بھی اجسام
 کے حشر کے انکاری ہیں اور ثواب و عذاب کو روحانی سمجھتے ہیں
 اس گروہ کا عقیدہ فلاسفہ سے بھی بدتر ہے کہ وہ تناخ کا رد کرتے
 ہیں اور عذاب روحانی کے قائل ہیں اور یہ لوگ تناخ کا اثبات
 بھی کرتے ہیں اور ان کے نزد یک عذاب صرف دنیا کا عذاب
 ہے“

☆ میاں شیخ بدیع الدین کے سوال پر تحریر فرمایا:

”آپ نے پوچھا ہے کہ قطب و قطب الاقطاب و غوث و خلیفہ
 کے کیا معنی ہیں اور ہر ایک ان میں سے کس کی خدمت پر مامور

ہے اور اپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں اور قطب
الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے کچھ اصل رکھتی
ہے یا کہ وہم و خیال کا اختراع ہے؟“

جاننا چاہئے کہ نبی ﷺ کے کامل تا بعدار کامل
تا بعداری کے سبب جب کمالات نبوت تمام کر لیتے ہیں تو ان
میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں اور بعض کو
صرف کمالات نبوت کے حصول پر ہی کفایت فرماتے ہیں یہ
دونوں قسم کے بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں یکساں ہیں
فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس
منصب سے متعلق ہیں ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے
بھی کیا جاتا ہے یہ دونوں منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے
ہیں اور کمالات ظلیلہ میں منصب امامت کے مناسب قطب
ارشاد کا منصب ہے اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا
منصب ہے گویا کہ یہ دونوں مقام جو تخت میں ہیں ان دونوں مقاموں
کے جواہر پر ہیں ظل ہیں اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمة اللہ علیہ کے
نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک منصب غوثیت
منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر کا
عقیدہ ہے (حضرت مجدد کا) وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے

الگ ہے بلکہ اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار قطب حکمی ہیں اسی واسطے صاحب فتوحات مکیہ نے لکھا ہے

”مامن قریۃ مومنۃ کانت او کافرۃ الا فیها قطب“
مومنوں یا کافروں کی کوئی ایسی بستی نہیں ہے جس میں قطب نہ ہو۔ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لئے ضروری نہیں کہ علم رکھتا ہو اور اپنی خدمت سے مطلع ہو اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے تو وہ صرف حصول کمالات کی بشارت ہے نہ کہ منصب کی جو علم سے وابستہ ہے۔

☆ مزید پڑھا گیا:

شیخ ابن عربی رحمة اللہ علیہ اور ان کے تبعین نے لکھا ہے کہ جس قدر لڑ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سبب مقتول ہوئے ان

سب کی استعدادیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو
گئیں مفصل حقیقت کیا ہے؟

حضرت مجدد نے جواباً لکھا:

یہ درست ہے کیونکہ تحقیقی طور سے لکھا ہے کہ جس طرح ایک شخص کو جماعت کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں اسی طرح جماعت کو بھی ایک شخص کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں پیر اگرچہ مریدوں کے کمالات حاصل ہونے کا سبب ہے لیکن مرید بھی پیر کے کمالات کا سبب ہیں۔^۱
مخدومزادوں خواجہ عبد اللہ اور خواجہ عبید اللہ کے نام ایک مفصل مکتوب میں حضرت مجدد نے عقائد کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور بعض جگہ شیخ اکبر کے نظریات سے کھل کر اختلاف کیا ہے اور اس کی تردید میں مضبوط دلائل دیے ہیں اس مکتوب میں فرماتے ہیں:
”شیخ الحجی الدین ابن عربی رحمة اللہ علیہ اور ان کے تبعین کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ اسم ”الہادی“ کے پسندیدہ ہیں اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم ”المھل“ کے پسندیدہ ہیں،“

یہ بات اہل حق کے مخالف ہے اور ایجاد کی طرف میلان رکھتی

ہے جو رضا کا منشا ہے جس طرح کہیں کہ اشراق و اضاءت (جگنگانا اور روشنی) آفتاب کی پسندیدہ ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ دیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرتے ہیں افعال کا پیدا کرنا ذات باری سے منسوب ہے اور ان افعال کا کسب بندوں کی جانب منسوب ہے عادت الہیہ یونہی جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد (ارادہ) کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے اس لئے مدح و ذمہ اور ثواب و عذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے۔

اسی مکتوب میں مزید لکھتے ہیں:

”صاحب فصوص (شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ سب کا (مؤمن و کافر) انجام رحمت سے ہے یعنی کفار کے دائمی عذاب کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ کوئی اہل دل صوفی کفار کے دائمی عذاب کی طرف نہیں گیا اور کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”ان رحمتی و سعت کل شی“

میری رحمت سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے اور کفار کے لئے عذاب تین ہوئے (ایک طویل مدت) حصہ تک ثابت کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ پھر آگ بھنڈی ہو جائے گی اور حق تعالیٰ کی وعید

میں خلاف جائز جانتا ہے

محکمہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بہشت دوزخ موجود ہیں بروز حشر حساب نہیں کے بعد ایک گروہ
جنت میں اور ایک گروہ دوزخ میں بھیج دیں گے اور ان کا ثواب
وعذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا جیسا کہ پختہ نصوص اور قطعی
آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا
قول صواب سے بہت دور ہے اور اسے معلوم نہیں کہ مومنوں اور
کفار کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا میں ہی مخصوص
ہے اور کافروں کو آخرت میں رحمت کی بوی ہی نہ پہنچے گی جیسا کہ
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انه لا يائس من روح الله الا القوم الكافرون
میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی نا امید نہ ہو گا
اور اللہ نے ”رحمت و سعت کل شئی“ کے بعد اسی آیت میں فرمایا
ہے ”فَسَاكَتِبَهَا لِلَّذِينَ يَتَقَوَّنُونَ وَيُوتُونَ الزَّكُوَةَ وَالَّذِينَ
هُمْ بِإِيمَانِهِنَّا يَوْمَنُونَ“۔ پھر میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے
لکھوں گا جو ذر تے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر
ایمان لاتے ہیں۔ شیخ ابن عربی نے آیت کے اول حصہ کو پڑھا
اور آخری حصہ پر نہ غور کیا اور نہ ہی عمل اور اللہ کریم مزید فرماتا ہے:

ان رحمت اللہ قریب من المحسنين

اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

اور مزید ارشاد ہے:

فلا تحسِّنَ اللہ مخالف وعدہ رسُلِہ پس ہرگز
 گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ اس
 آیت میں یہ خلاف وعدہ اور خلاف وعید کی مکمل نفی ہے اور شیخ
 کے قول کی ہرگز موید نہیں اور نیز وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے
 خلاف کی طرح کذب کو تتلزم ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی بلند
 بارگاہ کے مناسب نہیں ہے (یعنی وعدہ خلافی سے پاک ہے)
 یعنی حق تعالیٰ کو ازال سے ہی معلوم تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ
 دوں گا اور پھر باوجود اس معلوم کے کسی مصلحت کے لئے اپنے علم
 کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کروں گا اس امر کا تجویز
 کرنا بہت ہی برا ہے اللہ امکان کذب کے عیب سے بھی پاک
 ہے اور منزہ ہے لہذا کفار کے لئے دائمی عذاب کا انکار اور اس امر
 پر اہل دل کا اجماع صرف شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی کشف ہے
 جو صریح خطاط پوئی ہے اور اجماع مسلمین کے مکمل برخلاف ہے۔

☆ حضرت مجدد میر نعمانؒ کے نام لکھتے ہیں:

”صاحب فتوحات مکیہ کہتا ہے کہ روزہ میں جو کھانے پینے کو ترک کرتا ہے وہ صفات صمدیت سے متحقق ہوتا ہے اور نماز میں غیر و غیریت کی طرف آنا اور عابد و معبود کا جانانا ہے۔“

اس قسم کی باتیں (روزہ کونماز سے افضل جاننا) اہل سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہے اور ایسی باتوں کا بولنا نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے سبب ہے اور نماز کے مخصوصہ کمالات سے لा�علمی ہے جبکہ ارشاد نبوی ہے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور ارشاد ہے اقرب ما یکون العبد من الرّب فی الصلوٰۃ سب زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے تو غیر و غیریت کی بات نامناسب اور صواب سے دور ہے۔

میر نعمانؒ کے نام رقمطراز ہیں:

اور میں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ قدس سرہ سے سنائے ہے آپ فرماتے تھے۔
کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض اولیاء کرام کو کہ ان سے بکثرت خوارق و کرامات کا ظہور ہوا ہے اپنے

آخری وقت میں ان کرامات کے ظہور سے نادم ہوئے ہیں اور
تمناکرتے ہیں کہ کاش یہ تمام خوارق ہم سے ظہور میں نہ آتے
اور اگر فضیلت خوارق کے ظہور کی کثرت کے اعتبار سے ہوتی تو
وہ اس معنی پر نادم نہ ہوتے۔“

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے درست کہا ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی
رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب متطابع وعارف المعرف سے نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں:
یہ تمام خوارق و کرامات اللہ تعالیٰ کی بخشش ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ کچھ لوگوں کو ان کا کشف عنایت فرماتے ہیں اور یہ دولت پر د
کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ان سے بھی بلند
مرتبہ ہوتے ہیں اور ان کو کرامات و خوارق میں سے کچھ بھی نہیں
دیتے اس لیے کہ سب کرامات یقین کی تقویت کے لیے عطا
فرماتے ہیں اور جس آدمی کو خالص یقین دیا گیا ہے اس کو ان
کرامات کی حاجت نہیں ہوتی اور یہ تمام کرامات ذکر ذات سے
اور اسی طرح جو ہر قلب سے کمتر ہیں۔۔۔

یہ نعمان کے نام لکھا:

”اور آپ نے شیخ مجی الدین ابن عربی قدس سرہ کی عبادت کے

معنی پوچھے ہیں کہ عارف کے لیے دعائیں ہے۔“
 میرے بھائی یعنی وہ دعا جو مصیبت کو دور کرے وہ عارف سے
 مطلوب ہے کیونکہ عارف جب مصیبت کو محظوظ کی طرف سے
 سمجھتا ہے اور محظوظ کو مراد تصور کرتا ہے تو اس کے دفعیہ کے لیے
 کیونکر دعا کرے گا اور کس طرح سے چاہے گا کہ یہ بلا دور ہو
 اگرچہ وہ ظاہر طور پر دفع بلا کی دعا زبان پر لائے اور وہ بھی تعمیل
 ارشاد کے طور پر۔

ارشادِ تعالیٰ ہے:

ادعو نی اسْتَجِبْ لِکُمْ لیکن وہ حقیقت میں کچھ نہیں اور جو
 کچھ اسے پہنچ رہا ہے اس سے وہ لذت حاصل کرتا ہے گویا کہ شیخ
 کا یہ قول بہت ہی خوب ہے۔۱

مکتوبات امام ربانی کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد میں نے دونوں بزرگوں ثرثی
 اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ اور حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی قدر
 سرہ کے الگ الگ نظریات، معتقدات اتفاقات اور اختلافات پر تفصیلی جائزہ سپر قلم کر
 ہے تاکہ قارئین و ناظرین دونوں بزرگوں کے بارے میں حقیقت نفس الامری سے آگا
 ہوں اس سلسلہ میں میرا حصی تجزیہ حسب ذیل ہے:

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب: ۱۵

(ا) شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ عظیم عالم اور عارف ہیں اور مکشفات میں ان کی بڑی شان ہے نہوں نے جو سمجھا دیکھا، مشاہدہ کیا اور جو کچھ ان پر مکشف ہوا انہوں نے اسے سپر تحریر کر دیا جیسا کہ ان کی کتب میں بالصریح موجود ہے وہ اس سلسلہ میں یعنی کشف محبوبات میں اولین حیثیت رکھتے بلکہ بانیوں میں سے ہیں۔ نظریہ وحدت الوجود ان کا حصول اور دریافت ہے اور ان کے قبیعین کے فرمودات کی روشنی میں وہ اسی نظریہ پر قائم رہے اور شاید اس نظریہ سے رجوع نہ فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ ان کے قبیعین ان کے پڑ جوش حامی اور موید ہیں

(اا) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک عظیم عالم و عارف اور صاحب کشف ہیں اور مکشفات میں ان کی ایک خصوصی عظمت ہے جو ان کے انداز و اسلوب بیان سے واضح ہے اور ان کے کلام کا سمجھنا دشوار بھی ہے اور آسان بھی۔ دشوار اس لیے کہ عارف کامل کی باتوں تک رسائی بدون علم اور عمیق توجہ کے ممکن نہیں ہے اور انہوں نے بھی پورے اخلاص سے نظریہ وحدت الوجود کے حوالے سے جو خامی یا کوتاہی یا نارسائی یا خطاء کشفی محسوس کی ہے بے لگ بیان کر دی ہے اور نظریہ وحدت الشہود کی برتری واضح کی ہے۔

(ااا) دونوں بزرگ شریعت کے پابند ہیں لیکن حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پر شریعت اور اس کے احکام کی نہ صرف گہری چھاپ ہے بلکہ ان کی ڈرف نگاہی اور دائرہ شریعت کی سخت پابندی لا جواب ہے وہ طریقت کے امور کو شریعت کی روشنی میں ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں اور اس سے سرموتجاذب کو ہلاکت سمجھتے ہیں اور ہر وہ بات جو شرع سے متصادم یا اس کی روح کے منافی ہے اس کی بھر پور دلائل کے ساتھ اس مصلحانہ انداز میں تردید کرتے ہیں کہ بین الفریقین کسی

اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی وہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد بھی ہیں ان کی عظمت و بزرگی کے قائل بھی ہیں اور ان کے بعض مکشوفات اور اقوال کے عظیم ناقہ بھی ہیں۔

(۱۷) دونوں بزرگوں کا اختلاف اجتہادی نوعیت کا یا اس جیسا ہے جس سے خطاب پر اکہراً ثواب ہے اور صواب پر دوہرایا جرے ہے مجتہد مختلطی نہ تو قابل ملامت ہے اور نہ ہی عند اللہ قابل موافق ہے کہ دونوں کا مأخذ ایک ہی ہے اور رائے کا اختلاف اپنی اپنی تحقیق پر اعتماد ہے لہذا کسی قسم کا طعن خرابی و ہلاکت ہے کہ وہ دونوں مقبولان بارگاہ رب العزت سے ہیں اکابر اولیاء کا ملین سے ہیں اور اللہ کے دوستوں کی عداوت و دشمنی اور یونہی بدظنی و بدگمانی گویا ذات باری سے جنگ ہے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتبات میں حفظ مراتب کی کمل نشریت لذت و درد سے بھر پور ہے جس پر قاری داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۱۸) تقابلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے کشف میں خطواواقع ہوئی ہے اور بعض امور پران کا موقف کتاب و سنت سے متصادم یا ناموافق ہے جس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب گرفت کی ہے اور حق و باطل میں غلط و صحیح میں امتیاز کر دیا ہے ظاہر ہے ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہے یونہی تمام اصحاب کشف یکسان نہیں اور مکشوفات میں خطاغلبہ سکر یا غلبہ محبت کی وجہ سے ہے اور دولت اخلاص میں ہرگز کمی نہیں اور جس حقیقت تک رسائی ہوئی وہ فضل ربی، عنایت الہی اور خصوصی مہربانی ہے۔

ناظرین دونوں بزرگواروں کے بارے میں ان دو باتوں پر خصوصی توجہ رکھیں اول کشف شریعت میں نہ توجہت ہے اور نہ قابل اتباع البتہ حقی کشف تو درست ہے لیکن یہ طریقت میں ہے اور یہ فضل ربی ہے اور اسے بھی جلت نہیں مانا گیا اگر شریعت کے

موافق ہوتے قبول میں حرج نہیں

دوم شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ صفات الہیہ کو عین ذات مانتے ہیں اور صفات ایک دوسرے کی بھی عین ہیں جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صفات نہ تو عین ذات ہیں نہ غیر ذات ہیں بلکہ ذات کا مقتضی ہیں اور حضرت مجدد اس پر ہی کا ربند ہیں۔

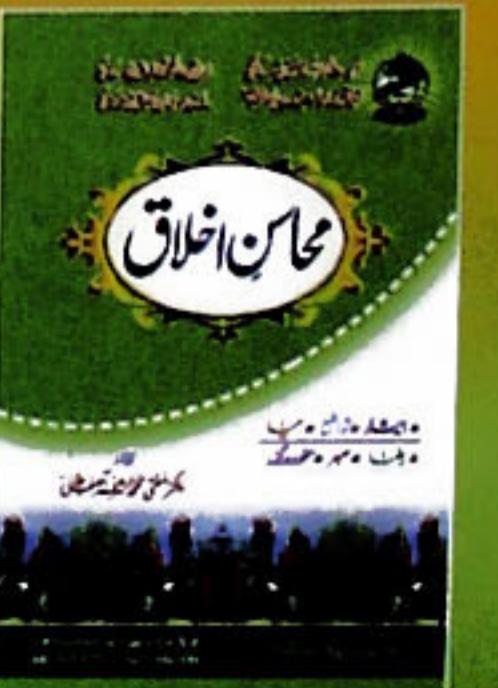
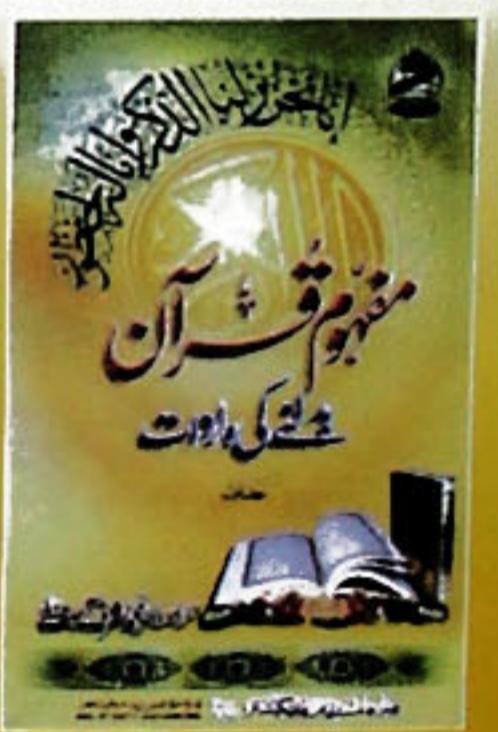
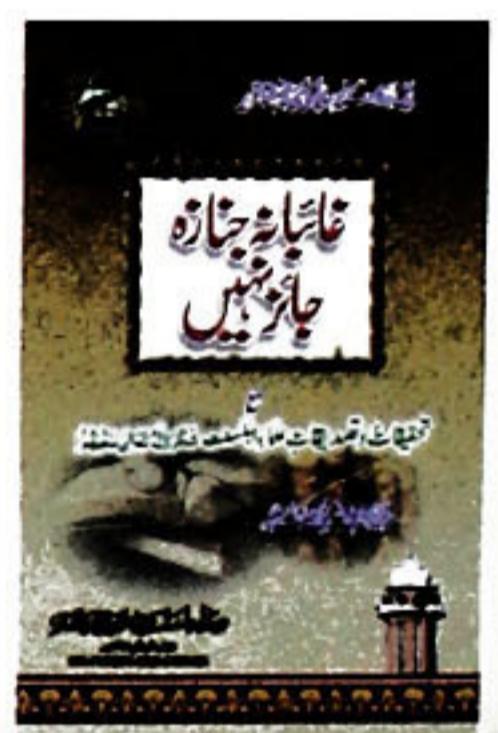
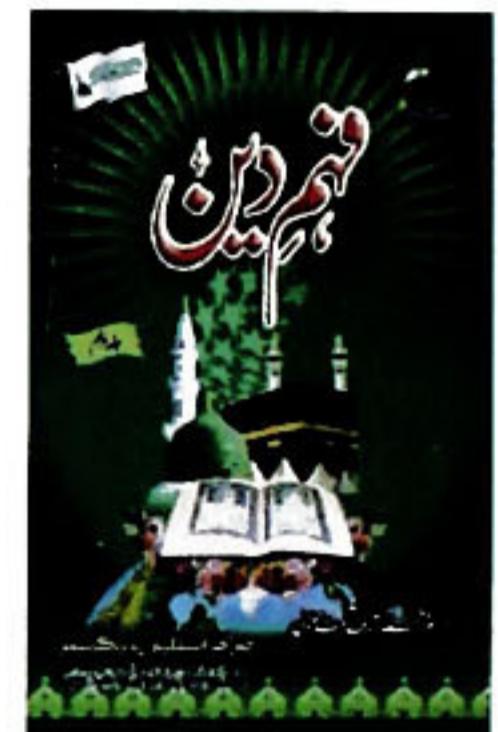
رائم الحروف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ادنیٰ مرید ہے اور تمام سلاسل کے مشائخ کا محبت و نیاز مند ہے اور یونہی حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح عقیدت و وابستگی رکھتا ہے لیکن مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ حق حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے اور آپ کی شخصیت حقائق شریعت و دین کی ترجمان ہے اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی کشفی خطائیں ان کے مرتبہ و مقام کو ہرگز متاثر نہیں کرتیں کشف اولیاء یا الہام غیر انبیاء شرع میں ہرگز معتبر نہیں مانا گیا اس لیے کہ انبیاء اصحاب وحی اور معصوم ہیں اور جو کچھ وہ فرمائیں وہ لاریب حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے جس میں کسی خطائی کی گنجائش نہیں اور صاحب کشف خطاء سے محفوظ نہیں اور حفاظت اسی کو حاصل ہوگی جو کتاب و سنت کے دائرہ سے تجاوز نہ کرے اور ہر حال میں شرع کا پابند رہے تو جو پابندی شرع پر قائم ہے وہ دائرہ حفظ میں آ جاتا ہے اور خطاؤں سے خواہ کشفی ہوں یا غیر کشفی محفوظ ہو جاتا ہے کہ حصہ اشریعت سے بڑھ کر کوئی شے اسے محفوظ نہیں بناتی اسی لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ بلند اور ان کی تحقیق شک و شبہ سے پاک ہے اور دین متن کی نورانیت سے لبریز ہے اور اصحاب سلوک کے لیے نعمت غیر مترقبہ اور ہدایت کا منارہ نور ہے اور حصول مطلوب و مقصود کا کامل ذریعہ ہے۔ یا الہی ہمیں حق کو حق دکھا اور باطل کو باطل اور حق کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرما (آمین بجاه سید المرسلین)

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

بانی
ادارہ صراط مستقیم
پاکستان

کا اہم اور اچھو تے موضوعات پر لٹر پچھر

فہم دین (اول تا ششم)



لئے کا ۔

صلی طامستی قیمیں پبلیکیشنز، کشاں
5-6 مرکزاً اوپر دریار مارکیٹ لاہور
042-37115771-2, 0315 - 9407699

Marfat.com